يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

خطباتِ محمود

جلد سوم

افادات

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی دامت برکاتہم

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب:..خطباتِ محمود (جلد سوم)

افادات:.............................مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم

صفحات:..۲۴۸

ناشر:..نورانی مکاتب

کیفیت..........................تیسرا تصحیح شدہ ایڈیشن، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب آسنوی، سملک محمودنگر، ڈابھیل۔ 98240,96267

Email id: yusuf_bhana@hotmail.com

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات۔ 99048,86188 \ 99133,19190

الامین کتابستان دیوبند، یوپی۔ 01336,221212

زم زم بک ڈپو، دیوبند۔ Mo.09359229903

جامعہ دارالاحسان، بارڈولی، سورت، گجرات

جامعہ دارالاحسان، نواپور، نندوربار، مہاراشٹر

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

گناہوں سے معافی

تعلیم، تزکیہ، دعوت: تینوں کام نہایت ضروری

کلماتِ بابرکت

حضرت مولانا سلیم احمد صاحب ایسات کمکوتری مدظلہ العالی

خلیفۂ خاص شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حامداً ومصلیاً و مسلماً! سماج کا سدھار پن اور معاشرہ کی اصلاح وہ عظیم فریضہ ہے، جس پر تمام فرائض کی بنیاد رکھی گئی ہے، معاشرہ کی اصلاح کے بغیر دینِ متین کے تمام شعبے ظاہری طور پر بے اثر اور باطنی طور پر خالی التاثیر نظر آئیں گی، یہی وجہ ہے کہ معاشرہ کی اصلاح اور تزکیۂ نفس کو بعثتِ نبوی کے اولین مقاصد کا درجہ دیا گیا، اور اس کے لیے دعوت وتبلیغ کی طرح وعظ ونصیحت بھی امتِ مسلمہ کی فلاح و بہبودی کا نہایت اہم اور مؤثر ذریعہ قرار پایا؛ چنانچہ حق تعالیٰ نے وعظ وتذکیر کی اہمیت و افادیت اور اس کی منفعتِ عامہ کو بیان فرماتے ہوئے اپنے محبوب ﷺ کو اس کا حکم فرمایا، ارشادِ باری ہے: ﴿وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور ﴿فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾

آپ ﷺ نے اپنی تمام تر حیاتِ طیبہ میں ان آیات ونصوص کے تقاضوں پر عمل فرماتے ہوئے امت کو اس کی عملی ترغیب دی، وعظ وتذکیر اور دعوت وتبلیغ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے وہ تابناک پہلو ہیں جس کے نتیجے میں دنیا گمراہی وضلالت کے اندھیرے سے نکل کر رشد وہدایت کے نور سے منور ہوگئی اور آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد وراثتِ نبوی کے حاملین نے آپ ﷺ کی اتباع وپیروی میں اس

فریضے کو بحسن وخوبی انجام دیا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ! اپنی کم عملی اور کم علمی کا شدت سے احساس ہونے کے باوجود احقر نے اپنے پیرومرشد اور مشفق استاذ عارف باللہ حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ ڈابھیل گجرات) کو یہ تجویز اور درخواست پیش کی کہ بالواسطہ حضرت والا کا فیض ملاوی اور اس کے قرب وجوار کے مسلمانوں کو حاصل ہو اور رمضان کے مبارک ایام میں اصلاحِ معاشرہ اور تزکیۂ باطن کے عنوان سے مردوں اور عورتوں میں دینی مجالس قائم ہو؛ تاکہ اس کے ذریعہ ماحول اور فضا دینی بنے؛ چنانچہ میری اس تجویز کی حضرت والا نے نہ صرف یہ کہ تصویب فرمائی؛ بلکہ حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے خوب دعاؤں سے نوازا، ساتھ ہی اس مبارک کام کی انجام دہی کے لیے عزیزِ مکرم مفتی محمود بارڈولی سلمہ کو مامور فرمایا؛ چنانچہ حسبِ ارشاد مفتی صاحب نے پچھلے پانچ سالوں سے رمضان کے کچھ ایام کو اس ذمے داری کو بحسن وخوبی انجام دینے کے لیے وقف فرمایا۔

ربِ کریم نے جہاں آپ کو علم وعمل، فہم وفراست، متانت ووقار جیسی بے پناہ صلاحیتوں سے مالا مال فرمایا ہے، وہیں خطابت کا ذوق، زبان وبیان کا خاص انداز اور افہام وتفہیم کا امتیازی ملکہ بھی عطا فرمایا ہے، وعظ ونصیحت کی مجالس اس قدر مؤثر ودل پذیر ہوتی ہیں کہ اس سے ہر طبقے کے لوگ یکساں طور پر محظوظ ومستفید ہوتے ہیں، آپ کے واعظانہ وناصحانہ دل دوز وجگر سوز خطبات سے خصوصاً مسلمانانِ ملاوی اور عموماً قرب وجوار کے ممالک کے مسلمانوں میں اصلاحی، تبلیغی اور تعلیمی انقلاب پیدا ہوا،

اصلاحِ معاشرہ کے میدان میں فرزندانِ توحید کی زندگیوں میں حسین انقلاب و دینی بیداری آئی۔

حضرت مفتی صاحب کی دینی مجالس کا یہ فیض دنیا کے مختلف ممالک میں جاری وساری ہے؛ لیکن تحدیثِ نعمت کے طور پر اس اظہارِ حقیقت پر مجبور ہوں کہ الحمدللہ ثم الحمد للہ! اب تک صرف ملاوی کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں کی مستورات میں ہونے والے دل سوز بیانات کے مجموعے کو قلم بند کیا گیا؛ تا کہ پوری امتِ مسلمہ اس بیش بہا نعمت سے بہرہ ور ہو سکے۔

میں ان تمام معاونین ومخلصین کا تہِ دل سے ممنون ہوں جنھوں نے دامے درمے قدمے سخنے تعاون فرما کر اس خیرِ کثیر کو امتِ مسلمہ تک پہنچانے میں مقدور بھر سعی فرمائی، اللہ تعالیٰ اس مبارک سلسلے کو امت کی اصلاح کا ذریعہ بنا کر ذخیرۂ آخرت بناوے، ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

(حضرت مولانا) سلیم احمد ایسات (صاحب دامت برکاتہم)

خادم: مدرسہ اشرفی لی لونگوے، ملاوی، افریقہ

پیش خدمت

خطبات کی یہ تیسری جلد پیش خدمت ہے، اس کا ثواب بندے کے استاذِ مرحوم حضرت مولانا حافظ مفتی موسیٰ احمد حاجی صاحب کچھولویؒ کی روح کو ایصال کرتا ہوں۔

مرحوم نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے تکمیل کی، محدثِ عصر شیخ یونس صاحب جونپوری مدظلہ العالی کے خادم خاص رہے۔

موصوف مرحوم جس سال جامعہ ڈابھیل میں مدرس بنے، اسی سال بندہ کا جامعہ ڈابھیل میں درجۂ فارسی اول میں داخلہ ہوا، درجۂ فارسی اول مرحوم سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ابتدائی درجات میں نئے طالب علم کی دل جوئی، حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے، موصوف مرحوم اکابر کے واقعات اور علم کے فضائل سنا کر طلبہ کو بڑی ہمت دلاتے اور دل جوئی کرتے، بعد میں جامعہ کے درجاتِ علیا کے مدرس بنے، کچھ اساتذہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی شفقت کی وجہ سے طلبہ ان کے گرویدہ و دل دادہ ہو جاتے ہیں، موصوف مرحوم ایسے ہی مقبول مدرسین میں سے تھے۔

جامعہ ڈابھیل کے بعد جامعہ نور الاسلام موٹی دمن کے مہتمم بنے، آپ کے دور میں جامعہ نور الاسلام درجۂ مشکوۃ شریف تک پہنچا، متعدد امراض کی وجہ سے زندگی کے آخری ایام میں اپنے وطن کچھولی منتقل ہوئے، وہاں آبائی وطن میں ۲۴رشوال ۱۴۱۶ھ بروز جمعہ کو جامعہ مدنیہ کی شروعات کی، اسی چھوٹے سے ادارہ میں اکابرینِ گجرات کی موجودگی میں دورۂ حدیث شریف کی کتابیں بھی خود پڑھانا شروع کی، سفرِ حج میں تشریف لے گئے، ۲۴رفروری ۲۰۰۲ء کو مکہ مکرمہ میں ہی انتقال ہوا اور وہیں مدفون

ہوئے، اللھم اغفرہ وارحمہ۔

موصوف کا اندازِ درس بہت ہی نرالا تھا، جو کتابیں پڑھاتے اس کی کاپی شرح کے انداز سے لکھتے، اس طرح کی کئی کتابوں کی مرحوم نے کاپیاں مرتب کی ہیں، اگر ان کاپیوں کو کچھ تیار کر دیا جاوے تو کئی کتابوں کی عمدہ اور محقق شروحات تیار ہو جاویں گی، ان تمام کاپیوں کا ایک سیٹ مرحوم نے جامعہ ڈابھیل کے شعبۂ تقریر وتحریر میں وقف کیا ہے۔

مرحوم میرے مرشدِ اول فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے مجازِ بیعت تھے اور رمضان میں حضرتؒ کی خدمت میں پابندی سے حاضری دیتے، رمضان میں روزانہ ایک قرآنِ مجید مکمل، اور کبھی دو تین پارے زائد تلاوت کا مستقل معمول تھا، موصوف کی حوصلہ افزائی کی برکت سے یہ سعادت بندہ کو بھی حاصل ہوئی۔ ذکر بالجہر ایک خاص انداز سے کرتے، بعض مرتبہ دورانِ ذکر وجد میں آ کر اس قدر زور سے "الا اللّٰہ" کی ضربیں لگاتے کہ خانقاہِ محمودیہ پوری گونج اٹھتی، ایک مرتبہ موصوف ایسی ہی کیفیت سے ضربیں لگا رہے تھے، بندہ حضرت فقیہ الامتؒ کی خلوت گاہ میں حضرت سے طریقۂ ذکر سیکھ رہا تھا، حضرتؒ نے ایک خاص انداز میں فرمایا: ایسا ذکر (یعنی مفتی موسیٰ جیسا) سکھا دوں؟

جامعہ نور الاسلام موٹی دمن کا دستور جب تیار ہوا تو اس میں خاص طور پر بندہ کو ساتھ رکھ کر مدارس کا دستور کیسے مرتب کیا جائے اس کا طریقہ سکھایا، جس کی برکت سے بعد میں بہت سے دستور بنانے کی اور اس سلسلے کی رہبری کی سعادت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

امت کے حالات کے پیشِ نظر امتِ مسلمہ کی حفاظت اور ترقی کا بہت فکر تھا، مسلمانوں کے حالات سن کر بے چین ہو جاتے اور مختلف کوششوں میں لگ جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ موصوف مرحوم کو غریقِ رحمت فرمائے۔ موصوف لا اولاد تھے۔

حقیقتِ احوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعریف اور حمد تو صرف اور صرف میرے ربِ کریم رحیم رحمن ہی کے لیے، جس نے اس کمزور بندہ کو اپنی عنایات سے نوازا، ہماری سوچ اور خیال سے بہت آگے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ نوازش کا معاملہ فرمایا ہے۔

یہ اسی مالک کا فضل ہے کہ ''خطباتِ محمود'' کی تیسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے، اللّٰھُمَّ لك الحمد كما أنت أهله۔

اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت نبیٔ کریم ﷺ پر درود وسلام دائماً ابداً اترتے رہے، آج تک جس قدر درود وسلام پڑھا گیا، اس سے بھی زیادہ درود وسلام نازل ہوتے رہیں، آپ ﷺ نے اپنے مواعظِ حسنہ کے ذریعہ امت کی بہترین رہنمائی فرمائی، جزى الله عنا سيدنا محمدا ﷺ بما هو أهله.

آپ ﷺ کے ساتھ حضراتِ صحابہ، تابعین اور پوری امتِ مسلمہ کو اللہ تعالیٰ رحمت وسلامتی سے نوازے، آمین۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پہلی دو جلدوں کو مقبولیت سے نوازا، اردو، گجراتی دونوں زبانوں میں برابر مقبولیت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے اور اپنے بندے، بندیوں کے لیے دنیا و آخرت میں اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔

چوتھی اور پانچوں جلد کا مسودہ بھی تیار ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ! اس سے آگے کی جلدیں بھی آئے گی، اللّٰھُمَّ الطف بي في تيسير كل عسير فإن تيسير كل

عسير عليك يسير.

درسی مشغولیات اور دیگر دینی وملی ذمے داریوں کے ساتھ مسودہ پر نظرِ ثانی اور تصحیح کا کام دشوار ضرور ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جاری ہے۔

بعض مخلصین وعظ وتقریر کے سلسلے میں دریافت کرتے رہتے ہیں کہ کس طرح اس کو سیکھا جائے؛ چوں کہ یہ تیسری جلد جمادی الاخریٰ میں طباعت کے لیے جارہی ہے اور مدرسین کے لیے یہ مہینہ نہایت مشغولی کا ہوتا ہے؛ اس لیے ارادہ کیا کہ ان شاء اللہ! آئندہ کسی جلد میں اس کو تفصیل سے لکھا جائے۔

بندۂ ضعیف کا شروع سے ہی یہ ارادہ اور نیت رہی کہ اپنے جن اکابر اور اساتذہ اور مشائخِ کرام کی برکات، توجہات اور فیوض سے اللہ تعالیٰ کا فضل متوجہ ہے اور دینی وملی کام ہو رہے ہیں، میرے یہ کام ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہے ہی؛ لیکن مستقلاً ان حضرات کے لیے ایصالِ ثواب اور صدقۂ جاریہ کا کچھ کام کیا جاوے، جس سے کسی درجے میں ان کے احسانات کا کچھ حق ادا ہو سکے۔

میرے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے: جن مؤلفین کی کتابیں پڑھنی پڑھانی ہے، روزانہ کچھ نہ کچھ پڑھ کر ان کے لیے ایصالِ ثواب کیا جائے۔

اس لیے ہم سب کو اس کا معمول بنا لینا چاہیے، اپنے سلسلۂ تصوف کے مشائخین، سندِ حدیث کے تمام محدثین، رُواۃِ حدیث، ائمۂ حدیث، ائمۂ مجتہدین، اساتذہ، اکابرین، مربیین، والدین اور عام طور پر جن کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کا اور

استفادہ کا سلسلہ ہے ان کے مصنفین کے لیے ایصالِ ثواب، دعائے مغفرت کا اہتمام کیا جائے، کم از کم درجہ میں یاسین شریف، سورۂ اخلاص، درود شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کرلیا جائے تو ان شاء اللہ! بہت ہی فائدہ ہوگا۔

عید الاضحیٰ کے موقع پر حسبِ استطاعت ہر سال یا باری باری ان کے لیے قربانی کا اہتمام کریں، حج وعمرہ کی سعادت کے موقع پر ان کے لیے طواف، عمرہ کریں، ممکن ہو تو نفل حج ان کے لیے کریں، ان کے لیے مالی صدقۂ جاریہ کا کام کریں، نفل نماز پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں، جب ان کا نام آوے تو دعائیہ کلمات اس کے ساتھ جوڑ کر ادب سے نام بولے اور لکھیں۔ مثلاً نبیوں کے نام کے ساتھ علیہ الصلوۃ والسلام، صحابۂ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ، بعد کے لوگوں کے لیے رحمۃ اللہ تعالی علیہ، زندوں کے لیے دامت برکاتھم، مدظلہ، عافاہ اللہ وغیرہ الفاظ کا اہتمام کیا جائے، ان شاء اللہ! یہ چیزیں دنیا وآخرت میں ہمارے لیے رضائے الٰہی کا ذریعہ بنے گی، اور ان شاء اللہ! علمی، عملی، روحانی ترقی کا ذریعہ ہوگی۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.(الحشر:۱۰)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما دیجیے جو ایمان لانے میں ہم سے پہلے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے بارے میں کوئی بغض (یعنی کینہ اور عداوت) نہ رکھیے، اے ہمارے رب! آپ تو بڑی شفقت کرنے والے ہیں، بڑے مہربان ہیں۔

اس آیت سے بھی اس عمل کی ترغیب کا اشارہ ملتا ہے۔

جب میرے والد اور میرے استاذ حضرت مولانا سلیمان صاحب مرحوم کا وصال ہوا اور حضرت پیر صاحب مولانا محمد طلحہ صاحب ابن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ تشریف لائے، تعزیتی باتیں بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنے والد کے ایصالِ ثواب کے لیے مکتب قائم کرو اور اس کا نظم بھی دیکھو۔

الحمدللہ! اس نصیحت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اب تک اپنے کئی مشائخ، اکابر، اساتذہ کے ایصالِ ثواب اور صدقۂ جاریہ کے لیے مکاتب قائم کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور مزید سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ! رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے قلمی کاوشوں کا سلسلہ جاری ہوا تو اپنی ہر کتاب کا ثواب کسی بھی اپنے محسن کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اسی عزم کے مطابق، اس تیسری جلد کے موقع پر خیال آیا کہ جن حضرات کی محنتوں سے ابتدائی دور میں تعلیم وتربیت کا فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے، جن کو ہم ہمارے عرف میں ابتدائی درجے کے یا چھوٹے استاذ سمجھتے ہیں، عام طور پر لوگ ان کو کم ہی یاد کرتے ہیں؛ حالاں کہ ابتدائی درجات کے اساتذہ اور مربی کے احسانات زیادہ ہوتے ہیں؛ اس لیے ترتیبِ صعودی کے لحاظ سے استاذِ مرحوم مولانا مفتی حافظ الحاج موسیٰ کچھولوی صاحب نوراللہ مرقدہ کے ایصالِ ثواب اور صدقۂ جاریہ کی نیت اس تیسری جلد میں کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مرحوم موصوف کے لیے اس کو صدقۂ جاریہ بناوے۔

اب تک جن اساتذہ واکابر کے لیے مستقلاً یہ کام نہ ہوسکا، ان شاء اللہ تعالیٰ!

بہت جلدان کی خدمت میں بھی یہ تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے آسان فرمادے، اپنے فضل سے آسان فرماوے۔

اس تیسری جلد کی طباعت کے موقع پر تمام احباب اور متعلقین کا شکریہ جن کی فکروں سے یہ تیسری جلد شائع ہورہی ہے۔

بالخصوص حضرت مولانا محمد صاحب ابن حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم، موصوف کا مشورہ اور اصرار و کوشش ان خطبات کے منظرِ عام پرآنے کا ذریعہ بنی ہے، جیسا کہ جلدِ اول کے مقدمے میں لکھا جاچکا ہے، موصوف کی بصارت، آنکھوں کی بینائی اس وقت کمزور ہے؛ لیکن پھر بھی بصیرتِ قلبیہ قوی ہے، آنکھ سے معذور ہونے کے باوجود مختلف دینی وملی، عالمی مسائل کا بڑا فکر رکھتے ہیں، گجرات کے نامور علما اور مدارس کے لیے موصوف ہی کی تشکیل سے اصلاً مانگرول کے ہمارے دوست جناب آصف بھائی میمن اپنے اہلِ خاندان کے ایصالِ ثواب کے لیے خطبات کے کچھ نسخے تقسیم کرنے میں تعاون کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اِس تیسری جلد کی طباعتِ اول کے موقع پر محترم الحاج داؤدبھائی تو تلا صاحب دیوا والے کی طرف سے تعاون ہوا تھا، حق تعالیٰ ان کی اس سخاوت کو قبول فرمائے، ان کے لیے ان کے خاندان کے لیے اس کو صدقۂ جاریہ بنائے۔

حضرت مولانا سلیم صاحب کمکوتری زید مجدہم سے جامعہ ڈابھیل میں رفیقِ حجرہ رہنے کی بندہ کو سعادت حاصل رہی ہے۔

جامعہ ڈابھیل میں اس وقت رعایتی قانون اس طرح تھا کہ جو طالبِ علم فارسی

دوم کا درجہ نہ پڑھنا چاہے اور فارسی اول کے بعد سیدھے عربی اول میں داخلہ لینا چاہے تو شوال میں فارسی دوم کی کتابوں کا امتحان لیا جاتا تھا اور درجۂ فارسی اول کے نمبرات دیکھے جاتے تھے؛ اس لیے درجۂ فارسی اول کے سال ششماہی امتحان کے بعد گلستاں، بوستاں، مالا بدمنہ یہ تینوں کتابیں حضرت مولانا سلیم صاحب مدظلہ العالی سے خارج اوقات میں چند صفحات پڑھ لی تھی، حضرت مولانا اس وقت عربی چہارم کے متعلم تھے، مولانا کی فارسی بہت مضبوط تھی، انجمن میں تقریر کے لیے کھڑے ہوتے تو فارسی اشعار اور گلستاں کی حکایتوں سے سامعین کو مسحور کرتے، اس لحاظ سے وہ میرے استاذ بھی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

خاص کر ہماری لی لونگوے شہر کی دینی بہنیں جو رمضان المبارک میں اپنے گھریلو کام کاج، آخری عشرہ میں عید کی تیاریاں ان تمام تر چیزوں میں کمی کر کے اور رمضان کے معمولات آگے پیچھے کر کے ان مجالس کی رونق بنتی ہیں، مجلس کے وقت سے پہلے پورے شہر سے بہنوں کی آمد شروع ہو جاتی ہے اور گاڑیوں کی قطار لگ جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

درحقیقت یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ محمود کے خطبات محمود ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں بھی محمود بنائیں، آمین۔

فقط والسلام

العبد الضعیف محمود بارڈولی

جامعہ ڈابھیل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

پاک دامنی

اور منافقین کا الزام

(قسط اول)

اِس بیان کے چنندہ جواہر پارے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی طرف سے بعض وہ جو خوبیاں دی گئیں کہ ویسی خوبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، ان کی بعض خوبیاں میں آپ کو بتا دیتا ہوں:

(۱) شادی سے پہلے اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کی تصویر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔

(۲) سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی نکاح کیے وہ تمام بیوہ اور مطلقہ تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں۔

(۳) حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان کی گود میں ہوئی۔

(۴) جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا وہ کمرہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔

(۵) حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کسی قبرستان میں نہیں؛ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے بنی۔

(۶) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں ایک ہی لحاف میں سوئے ہوئے ہوتے اسی حالت میں اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوتا تھا۔

(۷) وہ ایسے باپ کی بیٹی ہے کہ تمام نبیوں کے بعد پہلے نمبر کے انسان ہیں۔

(۸) ان پر جب منافقوں نے زنا کی تہمت لگائی تو اللہ نے خود آسمان سے ان کے پاک ہونے کا اعلان فرمایا، اسی کے ساتھ اللہ نے دنیا ہی میں ان کی لیے مغفرت کا اعلان فرمایا:

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَ نَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَاهادِىَ لَه وَنَشْهدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه لَاشَرِيْكَ لَه وَ نَشْهدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَ حَبِيْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَ رَسُوْلُه،صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهلِ بَيْتِه وَاَهلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚوَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

ہر قوم نے اپنے نبی کو ستایا

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار نبیوں

کو اپنے دین کی دعوت کے لیے بھیجا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے جب بھی نبیوں کو ان کی قوم کی طرف دین کی دعوت اور اللہ کا دین سمجھانے کے لیے بھیجا گیا تو ہر زمانے میں ہر قوم کی طرف سے ہر نبی کو ستایا اور پریشان کیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بہت ستایا گیا

انبیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ بہت اونچا ہے، آپ پیغمبروں میں دوسرے نمبر کے نبی ہیں، آپ پر بھی بہت پریشانیاں آئیں اور آپ کا بھی امتحان لیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستایا جانا

تمام پیغمبروں کے سردار ہمارے آقا تاج دارِ مدینہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام نبیوں سے زیادہ تکلیفیں آئیں، لوگوں نے سب سے زیادہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم علی الاعلان نبی بنائے جانے کے بعد تیرہ (۱۳) سال مکہ میں مقیم رہے، اسی دوران طائف تشریف لے گئے، دونوں جگہ؛ یعنی مکہ اور طائف کے ظالموں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی

جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینۂ منورہ تشریف لے گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ترپن (۵۳) سال کی تھی، مدینہ میں آپ کو یہودیوں نے ستایا اور مدینہ میں منافقین کی ایک جماعت تھی وہ بھی آپ کو ہر وقت پریشان کیا کرتے تھے۔

منافق کا مطلب

منافق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو اوپر اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان بتائے، کہ ہم مسلمان ہیں، ایمان والے ہیں، کلمہ پڑھنے والے ہیں؛ لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہوتا ہے، حقیقت میں کافر ہوتے ہیں۔

مدینہ کے منافق اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، کلمہ پڑھتے تھے، مسجد میں آکر نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے، حضور ﷺ کی مجلس میں آکر دین کی باتیں بھی سن لیا کرتے تھے؛ لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں تھا، وہ لوگ حقیقت میں کافر اور مشرک اور یہودی تھے، زبان پر ایمان اور دل میں کفر تھا۔

منافقوں کے بارے میں قرآن میں بڑی سخت وعید آئی ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴿۱۴۵﴾ (النساء)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تم ان کے لیے ہرگز کوئی مددکرنے والا نہیں پاؤ گے۔

یعنی منافق کو کافروں سے بھی زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نفاق سے اور نفاق کے تمام شعبوں سے ہم تمام کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

دو قسم کا نفاق

نفاق دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) عقیدہ کا نفاق۔ (۲) عمل کا نفاق۔

عقیدے کے اعتبار سے کون منافق ہے وہ تو اِس دور میں پتہ لگانا مشکل ہے، البتہ نفاق کی دوسری صورت عمل کے اعتبار سے منافق ہونا وہ عام ہے؛ یعنی جو آدمی منافقوں جیسے کام کرتا ہے، جیسے وعدہ خلافی کرنا، جھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا وغیرہ، یہ عمل کے اعتبار سے نفاق قیامت تک دنیا میں رہے گا۔

منافقوں کا آپ ﷺ کوستانا

مدینہ میں ان منافقوں نے آپ ﷺ کو بہت ہی ستایا، ان کی بہت بڑی جماعت تھی اور اس جماعت کا لیڈر عبد اللہ ابن ابی ابن سلول تھا، نام تو عبد اللہ تھا؛ لیکن بڑا اکّڑ منافق تھا اور حضور ﷺ کو ستانے میں سب سے آگے آگے تھا، اس کے نام میں ایک بات یہ ہے کہ عربوں کے یہاں جیسا کہ عادت ہے کہ پہلے اپنا نام پھر باپ کا نام پھر دادا کا نام اس طرح بولتے ہیں، ہمارے یہاں بھی کچھ ایسا رواج ہے؛ لیکن اس کے نام میں اس کے باپ کے نام کے بعد اس کی ماں کا نام ہے، ''اُبی'' اس کے باپ کا نام ہے اور ''سلول'' اس کی ماں کا نام ہے، یہ بھی ایک عجیب نسبت ہے۔ (حاشیہ جلالین: ۱/ ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت

اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت دیکھو! اِس عبد اللہ ابن ابی منافق کے بیٹے کا نام بھی عبد اللہ تھا؛ لیکن وہ پکے مؤمن اور مخلص صحابی تھے۔

غیر مناسب نام بدل دینا چاہیے

اس زمانے میں ایسا ہوتا تھا کہ جو نام باپ کا ہوتا تھا وہی نام بیٹے کا ہوا کرتا تھا،

جیسے امام ابن جریر طبریؒ نے لکھا ہے: اس منافق عبداللہ کے بیٹے کا نام ’’حباب‘‘ تھا، جب یہ نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمھارا نام کیا ہے؟

انھوں نے عرض کیا کہ: میرا نام حباب ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو شیطان کا نام ہے، اس کو بدل دو۔ پھر ان کا نام عبد اللہ رکھا گیا، اس طرح عبداللہ بن عبداللہ بن گئے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی یہ عادتِ شریفہ تھی کہ کسی کا نامناسب نام سنتے تو بدل دیتے تھے؛ اس لیے اگر کسی کا غیر مناسب نام رکھا ہو تو علمائے کرام سے تحقیق کر کے اس کو بدل دینا چاہیے۔

باپ بیٹے کا ایک ہی نام ہوسکتا ہے

آج بھی بعض لوگ ایسا کرتے ہیں اور یہ کوئی عیب کی چیز نہیں ہے، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور میرے استاذِ محترم حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم کے ایک بیٹے کا نام بھی سعید احمد ہے، وہ سورت میں ایک مدرسے کے مدرس ہیں۔

بہر حال! یہ بھی ایک عجیب بات تھی کہ عبداللہ ابن اُبی کٹّر منافق اور اس کے بیٹے حضرت عبداللہ پکے صحابی اور حضور ﷺ کے وفادار تھے۔

کوئی صرف نام سے مسلمان نہیں ہوتا

مسلمان جیسے نام ہونے سے کوئی مسلمان نہیں ہوجاتا، اس سے ایک حقیقت یہ بھی سمجھ میں آئی کہ کوئی اپنا نام عبداللہ، عبدالرحمن رکھ لیوے، اس سے وہ مسلمان نہیں

ہوجاتا، بہت سے لوگ مسلمانوں جیسے نام رکھتے ہیں اس سے مسلمان نہیں ہوجاتے، انتخاب کے لیے رائے دینے والوں کی جوفہرست بنی ہے، اسی طرح سرکاری دفاتر میں کسی کا نام مسلمان جیسا ہو تو اس سے وہ مسلمان نہیں ہوجاتا، دل میں ایمان ہو اور زندگی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو وہ مسلمان کہلاتا ہے، بہت سے یہود، نصاری، مجوسی، پارسی لوگوں کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں یا مسلمانوں کے نام ان کے جیسے ہوتے ہیں، تو صرف نام سے کوئی مسلمان نہیں ہوجاتا، ہاں! اسلامی نام اسلامی شناخت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اِس دور میں ایک غلط فہمی

آج کے دور میں لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جو گوشت کھاوے وہ مسلمان ہے، خود مسلمان اپنے اسلام کی علامت صرف گوشت کھانا سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ یہ غلط ہے، ہر گوشت کھانے والا مسلمان نہیں اور ہر مسلمان گوشت کھاتا ہو یہ ضروری نہیں۔

راستے میں چلتے ہوئے پانچ روپیے کی ٹوپی خرید لی، سر پر رکھ لی، اس سے کوئی واقعی مسلمان نہیں ہوجاتا، بعض لوگ جو اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں وہ اس طرح ظاہری اسلامی ہیئت اختیار کرکے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں، لوگوں کو پریشان کرتے ہیں اور نام مسلمانوں کا بدنام کرتے ہیں؛ حالاں کہ وہ حقیقی مسلمان نہیں۔

منافقوں کی طرف سے تکلیف پہنچانے کی انتہا

ان منافقوں نے مدینہ میں آپ ﷺ کو اس قدر ستایا کہ پوری امت کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر نعوذ باللہ! زنا کی تہمت اور الزام لگایا، یہ بہت بڑی تکلیف

ان منافقین اور یہودیوں نے پہنچائی، اس تہمت کی وجہ سے آپ ﷺ تقریباً ایک ماہ تک بہت پریشان رہے اور آپ کو اس کا بہت رنج ہوا اور آپ کی پریشانی کی وجہ سے مدینہ کے تمام مسلمان پریشان تھے، پورے مدینہ میں غم کا ماحول چھایا ہوا تھا، تمام حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

حضور ﷺ کو آخری روحانی تکلیف

خلاصہ یہ ہوا کہ دشمنوں نے نبیٔ کریم ﷺ کو پریشان کرنے کی ساری تدبیریں خرچ کر ڈالی، آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی جو صورت بھی جس کسی کے ذہن میں آئی، وہ سبھی جمع کر کے استعمال کی گئی، دشمنوں نے جو تکلیفیں آپ ﷺ کو پہنچائیں اس میں آخری یہ سب سے بڑی روحانی تکلیف تھی۔

ایک طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی ایک نیک، مقدس، عالمہ، فاضلہ عورت پر تہمت۔ دوسری طرف ایک، نیک، مقدس صحابی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت۔

غلط نسبت

حاصل کلام یہ کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام غلط طریقہ سے جوڑ دیا، وہ صحابی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھے، جو بڑے نیک اور پرہیزگار تھے؛ لیکن ان منافقوں نے ان کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام جوڑ دیا اور ان پر نعوذ باللہ! زنا کی تہمت لگائی، آپ ﷺ پریشان، حضرت صفوان بھی پریشان اور سب سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی نیک صالحہ اور پاک دامن عورت بھی پریشان، تقریباً

پورا ایک مہینہ مدینہ میں غم کا ماحول رہا، یہ پوری سازش اور پلان منافقوں اور یہودیوں کا سردار اور ان کا لیڈر عبداللہ ابن ابی کا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوبیاں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت ہی نیک صالحہ اور پاک دامن عورت تھیں، ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام بہنوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکیزہ زندگی عطا فرمائے اور جنت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ داخل ہونا نصیب فرمائے، آمین۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلتیں عطا فرمائی تھیں اور ایسی ایسی خوبیاں دی تھیں کہ دنیا کی تمام عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک خاص امتیازی درجہ رکھتی ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک آنے والی پوری دنیا کی تمام عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی طرف سے بعض وہ خوبیاں دی گئیں کہ ویسی خوبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، ان کی بعض خوبیاں میں آپ کو بتا دیتا ہوں، اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام کتنا اونچا ہے!!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی خوبی

ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ ان کی شادی سے پہلے اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ایک دن ان کی تصویر ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ: اے اللہ کے نبی! یہ عورت آپ کی بیوی بنے گی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی ہتھیلی میں ان کی

تصویر لے کر آئے تھے۔

ظاہر بات ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو کام کریں گے اللہ کے حکم کے مطابق کریں گے؛ گویا کہ اللہ نے حضور ﷺ کو شادی سے پہلے ہی ان کی تصویر بتادی تھی۔

شادی سے پہلے شادی کی نیت سے عورت کو ایک مرتبہ دیکھنا جائز ہے

اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کی نیت سے اگر عورت کو دیکھنا چاہیں تو دیکھنا جائز ہے؛ لیکن اس میں یہ خیال رہے کہ جو لڑکا ارادہ رکھتا ہے وہ دیکھے، اس کے والد، بھائی، چچا، ماموں، دوست وغیرہ کو دیکھنے کی اجازت نہیں، پھر دیکھنا بھی ایسا ہو کہ اس میں حد سے آگے نہ بڑھے، بعض جگہ لڑکی دیکھنے کے لیے لڑکا اپنے دوست کے ساتھ جاتا ہے، والد اور بھائی کو بھی لے کر جاتا ہے، سب مل کر دیکھتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، اسی طرح بعض جگہ لڑکے لڑکی کو تنہائی میں ملنے بھی دیا جاتا ہے، طویل تفصیلی گفتگو اور خلوت کا موقع دیا جاتا ہے، یہ بھی غلط ہے، بس! شادی کرنے والا لڑکا دیکھ لیوے وہ کافی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جب شادی کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا جاؤ! اور اس عورت کو (جس سے نکاح کا ارادہ ہے) دیکھ لو۔ (مسند احمد بحوالۂ بدائع الصنائع)

مظاہرِ حق میں اسی طرح کی ایک حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اپنی مخطوبہ کو دیکھ لینا ممکن نہ ہو تو پھر یہ مستحب ہے کہ کسی معتمد عورت کو بھیج دیا جائے تاکہ وہ اس مخطوبہ کو دیکھ کر مرد کو اس کے حالات بتاوے۔

دیکھنے میں ایک بے احتیاطی

جب لڑکی کو دیکھنے جاویں تب دونوں ایک دوسرے کے سامنے اپنے گزرے ہوئے دور کی تاریخ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں، اس کے نتیجے میں دیکھنے ہی کے مرحلے سے بدگمانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں بہت سی مرتبہ رشتہ بھی طے نہیں ہو پاتا، ان غلط طریقوں کو بند کرنا چاہیے۔

آج کے کہے جانے والے ترقی یافتہ دور میں بعض والدین تو اس مرحلے میں لڑکے لڑکی کو کچھ ایام، کچھ مہینے باقاعدہ ربط میں رہنے کی، ساتھ میں گھومنے پھرنے کی اجازت دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: پہلے ایک دوسرے کو سمجھ لو، اچھی طرح جانچ لو کہ نباہ ہوگا کہ نہیں؛ تاکہ آگے کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہو، یہ سب غلط اور ناجائز کام ہے، اس طرح غیر شرعی، غیر اسلامی طرز سے دیکھنے ملنے سے کبھی کوئی کام بنتا نہیں؛ بلکہ بگڑتا ہے۔

یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوبی کی بات ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی تصویر لے کر آئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تھی اور ظاہر بات ہے اس زمانے میں کوئی کیمیرا، ویڈیو وغیرہ نہیں تھا، وہ کوئی روحانی، غیبی، مثالی اور قدرتی چیز تھی کہ جس سے ان کی تصوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی، اس کو کوئی تصویر کے جائز ہونے کی دلیل نہیں بنا سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوبی یہ ہے کہ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی نکاح کیے وہ تمام کے تمام بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے

کیے، کسی کے شوہر کی وفات ہوگئی تھی یا کسی کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تھی، ایسی مطلقہ بیوہ عورتوں سے آپ ﷺ نے شادی فرمالی، صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے شادی کرتے وقت کنواری تھیں۔

بیوہ اور مطلقہ عورت کو دوسری شادی کر لینی چاہیے

یہاں ایک دوسری بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ کوئی عورت بیوہ ہو جائے یا جس عورت کو طلاق ہو جائے تو شریعت کی تعلیم ہے کہ ایسی عورت کو کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے شادی کر لینا چاہیے، اس کو اپنے گھر میں بیٹھے نہ رہنا چاہیے، خاص طور پر جب کہ وہ جوان اور تندرست ہو، اور ایسی لڑکیوں اور عورتوں کے والیوں کو بھی چاہیے کہ شادی کرانے کی خاص فکر کریں، اسی طرح جس مرد کی بیوی کا انتقال ہو جاوے یا بیوی ایسی بیمار ہو جاوے کہ جسمانی ضرورت کی تکمیل کے قابل نہ رہی یا بیوی سے طلاق ہوگئی تو مرد کو بھی شادی کر لینی چاہیے۔

بیوہ کا نکاح کرانا کوئی عیب نہیں؛ بلکہ اچھی بات ہے

اس طرح کی شادی کو معیوب نہ سمجھیں، بعض جگہ نہایت خطرناک حال ہے، بیوی بیمار رہے، شوہر تندرست ہے، شوہر زنا میں مبتلا ہے پھر بھی دوسرا نکاح نہیں کرتا ہے یا اس کو کرنے نہیں دیا جاتا، روکا جاتا ہے، خود بیوی شوہر زنا کرے اس کے اسباب مہیا کرتی ہے؛ لیکن نکاح نہیں کرنے دیتی۔

اسی طرح بیوی کی وفات کے بعد شوہر کو ضرورت ہے پھر بھی دوسرا نکاح نہیں

کرتا یا بچے اس کو دوسرا نکاح نہیں کرنے دیتے، ڈر یہ ہے کہ دوسری آنے والی عورت میراث میں شریک ہوگی اور ہمارا حق کم کروادے گی، خوب سمجھ لو! جو رشتے دار رُکاوٹ بنیں گے اور گناہ کا ذریعہ بنیں گے وہ بھی گنہ گار ہوں گے اور اس طرح کرنے والا بھی گنہگار ہوگا، اولاد کو یہ سوچنا چاہیے کہ- خدا حفاظت میں رکھے- والد صاحب بڑے ضعیف، صاحبِ فراش ہو گئے، قضائے حاجت، استنجا، غسل سے بھی معذور ہو گئے، کسی کی مدد کی ضرورت ہے تو کیا اولاد، بیٹی، بہو اس طرح کی جسمانی خدمت- جن میں ستر دیکھنا ہو- کر سکے گی؟ پھر کیوں رکاوٹ بنیں؟

بلکہ خود تعاون کر کے نکاح کروادو؛ تا کہ سہولت رہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَاءِكُمْ.

ترجمہ: تم میں سے جن (آزاد مردوں اور عورتوں) کا نکاح نہ ہو ان کا نکاح کراؤ اور تمھارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک ہوں ان کا بھی (نکاح کراؤ)۔ (النور)

اس آیت سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو یا وہ طلاق والی یا بیوہ ہوگئی ہو ایسی عورت کی شادی کرا دینی چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عکاف رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا: تمھاری بیوی ہے؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا: کوئی شرعی باندی ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ پھر سوال فرمایا: تمھارے پاس گنجائش ہے کہ نہیں؛ یعنی بیوی کے ضروری خرچہ کا انتظام کر سکتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ: ہاں! تو

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تو تم شیطان کے بھائی ہو، ہماری سنت نکاح کرنا ہے، جو بغیر نکاح کے ہو وہ تم میں بدترین آدمی ہے، اور جو بے نکاح مر گیا وہ سب سے رذیل ہے۔ یہ شریعت کا حکم بھی ہے اور اللہ کے نبی کی سنت بھی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا اتباعِ سنت کا عجیب واقعہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دیوبند کے محلہ دیوان میں وعظ فرما رہے تھے، وعظ کا موضوع تھا "بیوہ عورتوں کا نکاح"- اتفاق کی بات تھی کہ انہی دنوں میں حضرت نانوتویؒ کی بہن بیوہ ہوئی تھی اور ابھی تک اس کا دوسرا نکاح نہیں ہوا تھا- دورانِ بیان دیوبند کے معزز شیوخ حضرات میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے، حضرت مجھے کچھ عرض کرنا ہے، حضرت نانوتویؒ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فراست سے سمجھ گئے کہ بیوہ بہن کا اب تک جو نکاح نہیں ہوا اس کے متعلق یہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت نے مجمع سے فرمایا: ذرا ٹھہریے مجھے ایک ضرورت پیش آئی ہے، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں، یہ فرما کر حضرت اسٹیج سے نیچے اتر کر گھر تشریف لے گئے، مجلس اپنی جگہ جمی رہی، بیوہ بہن عمر میں آپ سے بڑی تھی، کافی ضعیف بھی ہو چکی تھی، ان کی اولاد بھی نہیں تھی، حضرت نے اپنی بہن کے پیر پکڑ کر بہت عاجزی کرتے ہوئے عرض کیا: بہن! آپ کی ایک ہمت سے آپ ﷺ کی ایک سنت زندہ ہو سکتی ہے اور میں سنت

زندہ کرنے کے قابل ہوسکتا ہوں۔

بہن گھبرا گئی اور کہا کہ: ایسی کیا بات ہے، میں اس قابل کہاں ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت زندہ ہونے کا سبب بن سکوں؟ حضرت نے عرض کیا! بہن آپ نکاح کر لیجیے۔ بہن نے عرض کرلیا کہ: بھائی! تم دیکھ رہے ہو، میں ضعیف ہوچکی ہوں، سر کے بال سفید ہو چکے ہیں، یہ عمر نکاح کرنے کی نہیں ہے۔ حضرت نے عرض کیا: یہ سب کچھ صحیح ہے؛ لیکن یہ نکاح کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں ہے، محض بیواؤں کے نکاح کی سنت کو زندہ کرنے کے لیے ہے۔

وہ بہن بھی حضرت نانوتویؒ کی بہن تھی، سنت کا نام سن کر نکاح کے لیے تیار ہو گئی، حضرت نے اسی وقت گھر میں نکاح پڑھا دیا، حضرت باہر تشریف لائے، مجمع اسی طرح جم کر بیٹھا ہوا تھا، کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہوگیا اور آگے وعظ شروع فرمایا۔

وہ اعتراض کرنے والے صاحب دوبارہ کھڑے ہوکر کہنے لگے: آپ تو بیواؤں کے نکاح کا وعظ فرمارہے ہیں اور آپ کے گھر میں آپ کی بیوہ بہن بیٹھی ہوئی ہے۔

حضرتؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کون کہتا ہے کہ وہ بیٹھی ہوئی ہے، اس کا نکاح تو ہو چکا ہے اور نکاح کے گواہ اسی مجلس میں موجود ہے، اسی وقت نکاح کے گواہوں نے کھڑے ہوکر گواہی دی کہ نکاح ہماری حاضری میں ہوا ہے، اس بات کو سن کر پورا مجمع متأثر ہوگیا اور اسی مجلس میں ساٹھ (۶۰) بیوہ عورتوں کے نکاح ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر فضل

اللہ کا فضل وکرم ہے میرے پر کہ اللہ نے مجھے بھی اس سنت کو ادا کرنے کا

موقع دیا (۵۸/۵۹) سال کی ہماری بیوہ بہن انگلینڈ میں کئی سالوں سے رہتی تھی، میرے والدِ مرحوم اپنی حیات میں ان کی شادی کے لیے بڑے فکرمند رہے، دعا بھی کرتے رہے اور کوشش بھی کرتے رہے؛ لیکن نہ ہوسکا، اِسی سال اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح کرانے کا مجھے موقع دیا اور صرف اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کی نیت سے میں نے تین دن کے لیے بمبئی سے لندن کا سفر کیا اور بہن کا نکاح کرایا، لندن کی مدینہ مسجد میں ایک بڑے مجمع کے سامنے نکاحِ بیوگان پر تفصیلی خطاب کیا اور اس کے بعد خود ولی بالنکاح بن کر نکاح کرایا۔

صبر کرنے والی عورت کی فضیلت

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے؛ لیکن محض وہ اپنے چھوٹے بچوں کے خاطر صبر کرے اور عفت و پاک دامنی سے زندگی گذارے، اس کے متعلق حدیث شریف میں فضلیت وارد ہوئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ: اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

اس لیے کہ بہت سی مرتبہ اس عورت نے جس شوہر سے دوسرا نکاح کیا وہ اس کے اگلے شوہر سے ہونے والے بچوں کے متعلق خیرخواہ نہیں ہوا کرتا، جس کی وجہ سے بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت نہیں ہو پاتی؛ بلکہ بعض مرتبہ بچے ظلم کے شکار بنتے ہیں، اس لیے جس عورت کو گناہ کا غالب خطرہ ہو وہ تو دوسرا نکاح ضرور کرلے؛ لیکن اگر اپنی ذات پر اطمینان ہے اور گناہ سے حفاظت کی پوری امید ہے اور چھوٹی چھوٹی اولاد کی تعلیم وتربیت کا بھی مسئلہ ہے اور دوسرے نکاح کی صورت میں بچوں پر ظلم وزیادتی کا خطرہ

ہے اور ضروری اخراجات کی جائز شکلیں بھی موجود ہیں تو اس عورت کو تو صبر کر کے زندگی گذارنی چاہیے اور اپنے بچوں پر محنت کر کے گھر بیٹھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی فضیلت حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خوش قسمتی یہ ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی وفات بھی ان کی گود میں ہوئی، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کا آخری دن اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر رکھا ہوا تھا اور اسی حالت میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا، یہ ان کی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی خوش قسمتی کہ جس جگہ حضور ﷺ کا وصال ہوا وہ کمرہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا، ایسے حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں مرض کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں قیام فرمایا تھا؛ لیکن قدرتی بات کہ وفات کے دن باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی تھی؛ گویا حضور ﷺ کی چاہتِ مبارکہ یہ تھی کہ آخری ایام بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں قیام ہو، آپ ﷺ نے سب ازواجِ مطہرات کے الگ الگ کمرے بنائے تھے۔

مکانات کی وسعت بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

میری بہنو! اللہ نے ہم کو بڑی نعمتوں سے نوازا ہے، آپ ﷺ نے سب

ازواجِ مطہرات کے الگ الگ کمرے بنائے تھے، جو بہت ہی چھوٹے چھوٹے تھے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ تمام کو مدینہ شریف بار بار لے جائے، جب آپ مدینہ جاؤ تو جو وقت عورتوں کا سلام پڑھنے کا ہوتا ہے وہاں جا کر دیکھنا کہ تمام کے جو کمرے تھے، وہ جگہ کتنی چھوٹی ہے، مسجدِ نبوی میں جو جالی مبارکہ کا احاطہ ہے، جہاں ہم سلام پیش کرتے ہے، تقریباً بس اتنے ہی احاطے میں یا اس سے کم جگہ میں تمام امہات المؤمنین کے حجرات تھے۔

بعض احادیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ تہجد کی نماز ادا فرماتے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں آرام کرتی ہوتی اور جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو وہ پاؤں سمیٹ لیتی تھیں، تب حضور ﷺ سجدہ کر سکتے، اتنے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے کہ اطمینان سے ایک سوئے اور دوسرا نماز پڑھ سکے اتنی بھی جگہ نہیں ہوتی تھی، اللہ نے مجھے اور آپ کو مکان کی وسعت کی بڑی دولت سے نوازا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پانچویں خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پانچوی خوبی: حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی قبر مبارک کسی قبرستان میں نہیں بنی؛ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں بنی؛ اس لیے کہ جس جگہ نبی کی وفات ہوتی ہے اسی جگہ ان کی قبر بنائی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھٹی خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھٹی خوبی: یہ کہ جب حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

دونوں ایک ہی لحاف میں سوئے ہوئے ہوتے اسی حالت میں اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوتا تھا، اللہ اکبر! کیسی پاکیزہ زندگی تھی، یہ خوش نصیبی کسی اور بیوی کو نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے باپ کی بیٹی ہیں جو تمام نبیوں کے بعد پہلے نمبر کے انسان ہیں؛ یعنی تمام پیغمبروں اور انسانوں کے بعد سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے؛ اس لیے ان کا لقب کتنا مبارک ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب صدیقہ، عائشہ نام اور صدیقہ ان کا سیکنڈ نام، صدیقہ بنت صدیق۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آٹھویں خوبی

میری بہنو! اور تو کیا خوش قسمتی ان کی بتاؤں! ایک عجیب خوش نصیبی جو دنیا میں کسی عورت کو نصیب نہیں ہو سکتی کہ جب اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا نے تہمت لگائی کہ یوسف نے میرے ساتھ غلط کام کرنے کا پلان کیا تھا؛ حالاں کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاک اور معصوم ہے، اس بات کو بتلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دودھ پیتے بچے کو بولتے سکھایا، اس بچے نے گواہی دی اور اعلان کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاک ہے اور زلیخا جھوٹی ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو لوگوں نے حضرت مریم پر تہمت لگائی: اے مریم! شادی سے پہلے یہ بچہ کیسے آ گیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن

میں اپنی زبان سے بلوایا، جس وقت وہ اپنی ماں کے گود میں تھے، دودھ پی رہے تھے:

انی عبداللہ. (مریم:۳۰) ترجمہ: میں اللہ کا بندہ ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور بولے کہ: میری ماں مریم پاک ہے، میری ماں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

میری بہنو! اللہ کی قدرت دیکھو کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ایک بچے نے ان کو پاک بتایا اور حضرت مریمؑ پر جب تہمت لگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پیتے پیتے اپنی ماں کو پاک بتایا، خوش نصیب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ان پر جب منافقوں نے زنا کی تہمت لگائی تو اللہ نے آسمان سے خود اعلان فرمایا اور اللہ نے قرآنِ پاک میں ان کی پاک دامنی پر تقریباً ۲۰ آیتیں پورے دو رکوع نازل فرمائے، اللہ اللہ! کیسی خوش نصیب عورت کہ اللہ نے خود ہی ان کے پاک ہونے کا اعلان فرمادیا، اتنی بڑی خوش نصیبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، اسی کے ساتھ اللہ نے دنیا ہی میں ان کے لیے مغفرت کا اعلان فرمایا:

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ، لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۝۲۶ (النور:۲۶)

ترجمہ: جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

اللہ تعالیٰ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکیزہ زندگی ہماری تمام بہنوں کو عطا فرماویں اور جنت میں ان کے ساتھ جانا نصیب فرمائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک بڑی برکت: امت کو تیمم کی نعمت نصیب ہوئی

اسی غزوۂ بنی مصطلق میں اور کسی دوسرے سفر کے موقع پر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا۔ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہار تلاش کرنے کا حکم دیا، بعض حضرات پچھلی منزل تک ہار تلاش کرنے گئے، اس طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پورا مجمع ٹھہرا ہوا ہے، صبح ہونے آئی، فجر کا وقت ہو گیا، جس جگہ قیام تھا وہاں پانی نہیں تھا اور نماز کے لیے پانی کی ضرورت تھی۔

مجمع میں سے بعض حضرات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق باتیں کہنے لگے کہ: عائشہ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا، پورے مجمع کو روکا اور ایسی جگہ روکا ہے جہاں لوگوں کے لیے پانی کا انتظام نہیں ہے، اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر بھی اثر ہوا، وہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر سر رکھ کر آرام فرما رہے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پورے مجمع کی تکلیف کے خیال سے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹنا شروع کیا اور ساتھ ہی اپنی انگلی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمر (کوکھ) پر کچوکے مارنے لگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف تو ہوئی کہ ابا جان ڈانٹ بھی رہے ہیں؛ لیکن وہ ذرہ بھی نہیں ہلی، برداشت کرتی رہی؛ اس لیے کہ اگر وہ ہلتی تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند مبارک میں خلل واقع ہوتا، کیسی محبت تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تکلیف برداشت کر کے آرام دے رہی ہے!!!

خیر! جب صبح ہوئی اور نماز کا وقت آیا اور صحابہ ﷺ نے عرض کیا کہ: پانی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت تیمم والی آیت اتاری اور تیمم کرنے کی اجازت مل گئی۔

اس پر حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ خوشی سے کہنے لگے: جب بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان میں کوئی ناگوار بات ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خاندان کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے برکت عطا فرمائی ہے؛ یعنی کوئی بھی ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہی ہوا ہے۔

دیکھیے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی، وہ تکلیف کی چیز تھی؛ لیکن اس کی برکت سے براءت کی آیات نازل ہوئیں، جو قیامت تک پڑھی جائے گی، کتنی بڑی برکت!!! اور ہار گم ہونے کی وجہ سے رکنا پڑا، نماز کا وقت آیا تو پانی نہیں تھا تو تیمم کی نعمت امت کو مل گئی، کتنی بڑی نعمت مل گئی!!!

تیمم کا مطلب

جب پانی نہ ملے، قریب میں بھی نہ ہو، یا بیماری کی وجہ سے پانی استعمال نہ کر سکے تو مٹی وغیرہ سے تیمم کرلو، تیمم کی نیت کر کے دونوں ہتھیلی مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھراؤ، پھر دوسری مرتبہ مٹی پر دونوں ہتھیلی مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنی سمیت پھرا دو، تیمم ہو گیا، کتنی آسانی ہوگئی۔ غسل اور وضو دونوں میں اس طرح کر سکتے ہیں۔

واقعۂ اِفک کی تفصیل

اب یہاں سے پوری بات بتا دوں کہ ان پر تہمت کیسے لگی اور اللہ نے ان کی

پاک دامنی کا کیسے اعلان کیا، یہ پورا قصہ بڑا عجیب وغریب ہے، اس کی ایک ایک بات پر دھیان دینے کی ضرورت ہے، قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور بخاری شریف میں تقریباً اٹھارہ (۱۸) جگہ پر یہ واقعہ آیا ہے، تین جگہ تفصیل سے ہے، باقی جگہ اجمالاً ذکر کیا ہے۔

جب حضور ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے تو ہجرت کے پانچویں سال (ابھی ۱۴۳۱ھ چل رہا ہے) اور میں ہجرت کے چھٹے سال کی بات کرتا ہوں، ہم کو اسلامی تاریخ اور سال بھی یاد ہونا چاہیے۔

سنہ ۵ھ میں عرب میں ''بنی مصطلق'' نام کا ایک خاندان تھا، یہ پورا خاندان غیر مسلموں کا تھا، مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر مریسع نامی ایک جگہ پر یہ لوگ رہتے تھے، اس خاندان کے لوگوں نے مدینۂ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی، جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو خود حضور ﷺ اس خاندان کے لوگوں کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی، باقاعدہ غزوہ ہوا۔

حضور ﷺ کا مثالی انصاف

آں حضرت ﷺ سفر کے موقع پر ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، اور چٹھی میں جس کا نام نکلتا اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے؛ حالاں کہ آپ کے لیے اس طرح کرنا کوئی ضروری نہیں تھا؛ لیکن اپنی بیویوں میں ناراضگی نہ ہو، ان کی دل جوئی ہو اس لیے چٹھی ڈال دی جاتی، اس مرتبہ چٹھی میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نکلا تو حضور ﷺ نے ان کو ساتھ لے لیا۔

اس طرح چٹھی ڈالنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ کسی کو کسی کے متعلق ناانصافی کرنے کا گمان نہ رہے؛ بلکہ وہ خود اپنی قسمت پر روئے کہ میری قسمت میں نہ تھا اس لیے میرا نام نہیں نکلا، دل جوئی کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

اس سفر میں منافقین بھی شریک ہوئے؛ چونکہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کو فتح ملنے ہی والی ہے، غنیمت کا مال ملے گا، اور منافقین تو مال کی لالچ میں رہتے تھے۔

اپنی بہن سے زیور عاریت کے طور پر لینا

سفر میں جانے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی زیور نہیں تھے؛ کیوں کہ اس زمانے میں غربت بہت تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس سے گلے میں پہننے کے لیے عاریت کے طور پر ہار طلب کیا، یہ ہار یمن میں ''ظفار'' نامی ایک جگہ کا بنا ہوا تھا، جو دانے (મઘાકા) سے بنایا گیا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اظفار –ایک جمی ہوئی خوشبو– کے دانے سے بنا ہوا تھا۔

اس واقعہ پر میرے استاد حضرتؒ مولانا سلیمان صاحب چو کسی سبق میں سنایا کرتے تھے کہ: یہ ہماری بہنوں کی پرانی عادت ہے کہ سفر میں جانے کے لیے اگر اپنے پاس کوئی زیور نہ ہو تو دوسرے کسی سے بھی لے کر پہن کر جاتی ہیں؛ لیکن بغیر زیور سفر کرنا ان کو عار معلوم ہوتا ہے۔ الحمد للہ! آپ کو تو اللہ نے ایسی چیزوں سے خوب نوازا ہے، جہاں غربت ہوتی ہے وہاں ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔

بہر حال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بہن کا زیور لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کے لیے روانہ ہو گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت دبلی پتلی تھیں؛ کیوں کہ بہت ہی چھوٹی

عمر میں ان کا نکاح ہوا تھا، حضور ﷺ نے ان کے لیے یہ انتظام کیا کہ اونٹ پر بیٹھنے کے لیے لکڑی کا ایک کجاوہ بندھوا دیا، جو اس زمانے میں ایک خاص طریقے سے بنایا جاتا تھا، جس کے چاروں طرف پردے لگاتے تھے، اس کو ہودج کہتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس ہودج میں بیٹھ جاتی اور جہاں کہیں اترنا ہوتا تو اونٹ کو نیچے بٹھا کر اوپر سے وہ ہودج اتار دیا جاتا تھا، پھر جب سفر شروع ہوتا تو ہودج کو واپس اس پر رکھ دیا جاتا اور پردے ڈال دیے جاتے اور اونٹ کی رسی آگے سے کوئی پکڑتا اور لے کر چلتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرح حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں روانہ ہوگئی، جب غزوہ مکمل ہوا اور آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے، تو سفر کرتے کرتے رات ہوگئی، ایک جگہ جنگل میں حضور ﷺ اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام فرمالیا، پھر جب آدھی یا پونی رات گزر گئی تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ: چلو! اب آگے سفر کرنا ہے۔

اس دور میں رات کے آخری حصے میں سفر کیا جاتا تھا، اور حضور ﷺ سب کو ایسے موقع پر وقت دیتے تھے کہ سفر میں آگے بڑھنے سے پہلے جس کو استنجا وغیرہ کا تقاضا ہو وہ فارغ ہوجائے اور سواری کے جانور کو تیار کرلے، آج کل کی طرح نہیں تھا کہ سفر شروع کرو؛ یعنی گاڑی شروع (Start) کی اور چل دو، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تقاضا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کی اندھیری میں دور کسی جگہ استنجا کے لیے چلی گئی، جب استنجا کر کے واپس آئی تو پتہ چلا کہ گلے کا ہار غائب ہے تو واپس اس ہار کو تلاش کرنے کے لیے گئی اور تلاش کرنے میں دیر لگ گئی۔

جس جگہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا والا ہودج رکھا ہوا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج پر چاروں طرف سے پردے لگے تھے اور ہودج کے اٹھانے والے جو صحابہ تھے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا؛ چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وزن میں بہت ہی ہلکی تھی، جس کی وجہ سے صحابہ کو پتہ نہ چل سکا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں بیٹھی ہیں یا نہیں اور جلدی جلدی میں ہودج اٹھانے والے صحابہ یہ سمجھے کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں بیٹھی ہوئی ہیں اور پورا قافلہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوگیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ سمجھ رہے تھے کہ عائشہ ہودج میں بیٹھی ہوئی ہے؛ چوں کہ اندھیری رات تھی، کچھ پتہ نہ چلا؛ حالاں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگل میں ہی تھیں اور اپنا ہار تلاش کرنے میں مشغول تھیں۔

اس دور میں دبلی پتلی عورتیں، اور آج کا زمانہ

بخاری شریف میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس دور میں عورتیں عام طور پر دبلی پتلی، ہلکے بدن کی ہوا کرتی تھیں، ان کے بدن پر زیادہ گوشت نہیں ہوتا تھا، کھانا معمولی اور اپنے ہاتھ سے گھر کے تمام کام کرنے ہوتے جس کی وجہ سے بدن موٹا نہیں ہوتا تھا۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے فتح ہونے تک پیٹ بھر کر کھجوریں بھی کھانے کو نہیں ملیں؛ حالاں کہ کھجور مدینہ کی سب سے بڑی پیداوار ہے تو پھر دوسری چیزیں تو پیٹ بھر کر کیسے ملتی ہوں گی؟

آج تو ہماری بہنیں Dieting کرتی ہیں اور خود کو دبلا پتلا رکھنے کی محنتیں

کرتی ہیں، اس کے لیے دوا کرتی ہیں، با قاعدہ وزن کم کرنے کی دوا کے لیے اشتہارات آپ کو دیکھنے کو ملیں گے، دبلا پتلا رکھنے کا مقصد خود کو حسین دکھانا ہے؛ چوں کہ پتلا جسم (Single body) اِس دور کا ایک فیشن ہے، اس غلط مقصد سے عورتیں دوا کا سہارا لیتی ہیں، اس لیے ایک اچھی صفت؛ یعنی دبلا پتلا ہونا اس دور میں غلط نیت کی وجہ سے بہت سی خرابیوں کا ذریعہ بن گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی واپسی اور حیرانی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئی تو دیکھا کہ حضور ﷺ اور تمام صحابہ جا چکے ہیں، وہ پریشان ہوگئی، اکیلی نوجوان عورت، راستہ بھی معلوم نہیں، اور اس زمانے میں اونٹوں اور گھوڑوں کا بڑا مشکل سفر ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عقل مندی

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب واپس آئیں اور دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے اور کوئی نہیں ہے، تو ادھر اُدھر نہیں دوڑی، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل وفہم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فیصلہ کیا کہ میں اسی جگہ بیٹھ جاتی ہوں، اور خیال کیا کہ جب حضور ﷺ کو معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے تلاش کرنے یہاں پہنچیں گے، میں ادھر اُدھر گئی تو ان کو تلاش میں مشکلی ہوگی؛ اس لیے اپنی جگہ چادر لپیٹ کر بیٹھ گئی، رات کا آخری وقت تھا، نیند کا غلبہ ہوا؛ اس لیے آنکھ لگ گئی، عام طور پر ایسے موقع پر عورتیں ڈر جاتی ہیں، گھبرا جاتی ہیں؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمت اور عقل مندی کی بات ہے کہ وہ اسی جگہ بیٹھ گئیں گھبرا کر ادھر اُدھر نہیں گئیں۔

قافلہ کی روانگی کے وقت آپ ﷺ کا معمول مبارک

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے روانگی کے وقت ایک صحابی کو پیچھے چھوڑ دیا کہ قافلہ روانہ ہونے کے بعد صبح کے وقت پیچھے پیچھے آئے؛ تاکہ کسی صحابی کی کوئی چیز اگر گرگئی ہو تو وہ اس کو لے کر محفوظ کرلے، اس موقع پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے اس کام کے لیے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا تھا، وہ اس جگہ رکے ہوئے تھے، ان کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس جگہ پر ہیں؛ کیوں کہ رات کا اندھیرا تھا۔

جب صبح کی تھوڑی روشنی ہوئی تو ان کو دور سے کسی انسان کے ہونے کا اندازہ ہوا، وہ قریب گئے تو دیکھا کہ یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، پردے کا حکم آنے سے پہلے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا: اس لیے پہچان گئے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تعجب میں پڑ گئے اور انھوں نے زور سے ''إنّا للّٰه و إنّا إليه راجعون'' پڑھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نیند میں تھیں، جب حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے منہ سے ''إنّا للّٰه و إنّا إليه راجعون'' نکلا تو اس کی آواز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی اور جلدی سے چادر لپیٹ لی اور اپنا منہ ڈھانپ لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہمارے لیے ایک سبق

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان منقول ہے، خوب دھیان دینے کی ایک بات ہے، جب پرائے مرد کی نظر پڑی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بیدار ہوتے ہی اپنا منہ ڈھانپ لیا، کیسی پاک دامن، حیا اور شرم والی عورت ہوگی!!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قسم کھا کر بیان فرما رہی ہیں کہ: میں نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے ایک لفظ بھی نہیں سنا، صرف ''إنا للّٰہ وإنّا إلیہ راجعون'' جو پڑھا تھا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا، اس کے سوا کوئی بات خود حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی نہیں کی، یہ ہم سب کے لیے ایک مثالی سبق ہے۔

آج تو ایسا موقع کسی کو مل گیا تو بس بات کیسے لمبی لمبی ہو جاتی ہے، مضامین بھی ذہن میں برابر آتے چلے جاویں گے اور مدد کے عنوان سے نئے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان واقعات سے نصیحت حاصل کر کے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اس موقع سے جو ضروری کام تھا صرف وہ کیا؛ یعنی اپنا اونٹ لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بٹھا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہوگئی، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی رسی پکڑ لی اور خود پیدل چلنے لگے، ان صحابی نے پورے سفر کے درمیان نہ کوئی بات کی، نہ ان کو ہاتھ لگایا، بس! چلتے گئے یہاں تک کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ جہاں تھے وہاں پہنچ گئے، قافلہ دوپہر کی سخت گرمی کے وقت کسی جگہ ٹھہرا ہوا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دیا، بس قصہ تو یہ ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر عبداللہ ابن اُبی کا تہمت لگانا

منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی کو جب اس بات کا پتہ چلا تو اس ظالم اور بدبخت نے لوگوں کے درمیان اس بات کو اس طرح مشہور کر دیا کہ نعوذ باللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ غلط کام کیا اور اس وقت جتنے بھی منافق تھے ان لوگوں نے اس ظالم بدبخت کا تہمت پھیلانے میں ساتھ دیا اور یہ خبر بہت مشہور

ہوگئی، ایسے موقع پر لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب اس طرح کی کوئی بات کسی سے سنتے ہیں تو بلا کسی تحقیق کے اس کو پھیلا دیتے ہیں۔

دشمن ہمیشہ موقع کی تلاش میں ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ ہماری بیجا دشمنی سے حفاظت فرمائے، انسان کو جب کسی سے دشمنی ہوتی ہے تو وہ اندھا، بہرہ، گونگا ہوجاتا ہے، اپنے دشمن کے متعلق کوئی بھی موقع اس کو ملتا ہے تو وہ اس کو بدنام کرتا ہے، صحیح بات کو بھی غلط پیش کرتا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، انصاف انصاف ہے، سچائی سچائی ہے، کسی حال میں اس کو مت چھوڑو، کسی کے متعلق غلط بات مت چلاؤ، کوئی غلط بات چلتی ہو تو اس کو روکو، کسی پر غلط تہمت لگتی ہو تو اس کا دفاع کرو، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی برائی بیان کی جارہی ہو اور وہ اس کی مدد کرنے پر (یعنی اس کی طرف سے اس غلط بات کے دفاع کرنے کی) قدرت رکھتا ہو اور اس کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرماویں گے اور اگر مدد کی قدرت کے باوجود اس کی مدد نہیں کی تو اللہ تعالیٰ دنیا آخرت میں اس سے بدلہ لیں گے۔

یہاں دشمن منافقین کو ایک موقع مل گیا اور انھوں نے افواہ پھیلانا، تہمت لگانا شروع کردیا۔

واقعہ سے عبرت: ایک نصیحت

میری بہنو! یہ قصہ صرف سنانے کی غرض سے بیان نہیں کرتا ہوں؛ بلکہ اس میں بہت بڑی نصیحت ہے، اس میں سے پہلی نصیحت آپ کو بتلادوں کہ: جب بھی کوئی بات

سنو تو فوراً اس کو آگے مت چلاؤ؛ بلکہ پہلے اس بات کی پوری تحقیق کرو کہ حقیقت کیا ہے، مسلم شریف میں روایت ہے:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِباً أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ.

یعنی وہ انسان جھوٹا ہے جو ہر سنی ہوئی بات دوسروں کے سامنے بیان کردے۔ اس لیے پہلے بات کی تحقیق کرلے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس بات کی کوئی ضرورت ہو، اس سے خود آپ کا یا اپنے متعلقین کا کوئی معاملہ وابستہ ہو؛ ورنہ بلا کسی غرض اور مطلب کے ایسی باتوں میں نہ پڑنا چاہیے، اپنا کام بھلا اور اپنی آخرت کا فکر، اپنی زندگی، اپنی قبر، اپنی آخرت کا فکر کرو، دوسروں کی باتوں میں جانے کی ضرورت کیا ہے؟ میری دینی بہنو! غلط باتوں کا چرچا کرنا، اس کو پھیلانا یہ گناہِ کبیرہ میں شامل ہے، یہ ہماری شریعت میں حرام ہے، یہ عادت ہماری بہت ساری بہنوں اور بھائیوں میں ہیں۔

تہمت میں چند بھولے بھالے مسلمانوں کا شریک ہونا

بہرحال! جب یہ بات منافقوں نے پھیلائی اور مسلمانوں کے کانوں میں پہنچی تو بعض بھولے بھالے مسلمان بھی اس میں شامل ہوگئے، دو صحابی مرد: حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی عورت حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا اس بات کو مان لینے میں شامل ہوگئے، ان میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا مہاجر ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ قبیلۂ خزرج سے یعنی انصاری ہے۔

پورے مدینے میں ماحول گرم ہوگیا، منافق لوگ جہاں بھی ہوتے بس اسی بات کا چرچہ کرتے تھے، خاص کر عبداللہ بن ابی اس بات کو خوب پھیلاتا، جان بجھ کر

لوگوں سے اس واقعے کے بارے میں سوال کرتا؛ تاکہ سوال وجواب کے ذریعہ بات کو خوب پھیلاوے۔

سوال کا غلط استعمال

کچھ فتنہ کرنے والے انسان ہوتے ہیں جو دوسروں سے کسی بات کا سوال کرتے ہیں، ان کا مقصد سوال کرنے سے کسی بات کو مشہور کرنا اور پھیلانا ہوتا ہے، آپس میں سوال کریں گے، تجھے معلوم ہوا کہ نہیں؟ پھر وہ سامنے سے پوچھے گا: کیا؟ بس پھر تفصیلات شروع ہوجاتی ہیں، اس طرح فتنہ کی نیت سے، افواہ کو پھیلانے کی نیت سے سوال کرنے سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرماوے، یہ گناہ کا کام ہے۔

حضور ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپ کو بھی بہت غم ہوا کہ میری عائشہ کے بارے میں ایسی باتیں ہورہی ہیں، آپ کی طبیعت پر اس کا بہت اثر ہوا۔

منافقین کا اصل مقصد

بعض بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ: اس غلط افواہ کے پیچھے منافقین کا اصل مقصد حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکت تھی، وہ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ!) بدنام کرنا چاہتے تھے؛ اس لیے کہ میاں بیوی میں سے کسی پر بھی بدکرداری کا عیب آوے تو دوسرے کی شخصیت اور عزت پر بھی آنچ آتی ہے، لوگ ان کے بارے میں بھی شک میں مبتلا ہوتے ہیں، کم از کم عزت تو مجروح ہو ہی جاتی ہے اور خود وہ مرد بھی شرم محسوس کرتا ہے جس کی عورت پر تہمت لگی ہے اور وہ عورت بھی شرم محسوس کرتی ہے جس کے شوہر پر تہمت ہو۔

عورت کی پسندیدہ صفت

ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ خبر نہیں کہ میرے بارے میں مدینہ میں یہ باتیں ہورہی ہیں، وہ اپنے گھر کے کام کاج میں لگی ہوئی ہے، دنیا میں کیا ہورہا ہے؟ Talk of the town کیا ہے، ان کو کچھ معلوم نہیں اور ایمان والی عورتوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتی ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کا ذکر تعریف کے انداز میں فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ (النور)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا وآخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

بہرحال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا کچھ پتہ نہیں تھا کہ میرے بارے میں کیا چرچہ ہورہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیمار ہونا

جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعتِ مبارکہ پر بڑا اثر تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیمار ہوگئی؛ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے محبت اور لطف کے برتاؤ میں کچھ کمی آگئی اور وہ ایسے موقع پر ہو ہی جاتی ہے، ایسے موقع پر دل پر جو صدمہ اور رنج ہوتا ہے اس سے طبیعت پر اثر ہوتا ہے جس کے نتیجے میں محبت میں کمی ہوتی ہے، بس گھر میں آتے، سلام کرتے، خیریت پوچھتے اور چلے جاتے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت ہی

صدمہ ہوا کہ حضور ﷺ مجھ سے ناراض کیوں ہے؟

مجھ سے محبت کم کیوں ہو رہی ہے؟

جو لطف و کرم پہلے تھا اس میں فرق کیوں آ گیا؟

اسی غم اور فکر میں وہ بیمار ہو گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے کی خبر بہت دنوں کے بعد ہوئی، اس دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غم میں گھلنے لگیں، کمزور ہو گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت والے واقعہ کا پتہ کس طرح ہوا؟

اسی کمزوری کے زمانے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک مرتبہ استنجا کی ضرورت پیش آئی تو ایک بڑی عمر کی صحابیہ عورت حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ جانا ہوا، حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن ہوتی ہے؛ اس لیے رشتے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھی ہوئیں، یہ بھی کامل احتیاط کی بات ہے کہ کسی بڑی عمر والی رشتے دار، ذمے دار عورت کے ساتھ جوان عورت گھر سے باہر جاوے، اس زمانے میں استنجا خانہ گھر میں بنا ہوا نہیں ہوتا تھا۔

حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کا انوکھے انداز سے خبر دینا

جب استنجا سے فراغت کے بعد دونوں واپس آ رہی تھیں تو حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا کا پاؤں ان کی چادر میں پھنس گیا جس کی وجہ سے وہ گرنے کے قریب ہو گئی، اور ان کی زبان سے عرب کے محاورے کے مطابق بددعا کا ایک جملہ نکل گیا ''تَعِسَ مِسْطَحْ'' یعنی اپنے بیٹے کے لیے بددعا کی، میرا بیٹا مسطح برباد ہو جائے، اور ایسے غم کے موقع پر چلنے

میں بے احتیاطی، کام کاج میں بے احتیاطی ہو ہی جاتی ہے اور اسی بے احتیاطی کی وجہ سے کوئی نقصان ہو جاتا ہے، تو انسان اس غم کے سبب کی طرف دھیان کرتا ہے اور یہاں امِ مسطح رضی اللہ عنہا کے لیے بڑی غم کی بات تھی کہ ان کے بیٹے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھولے پن میں ایک افواہ کی بات میں آ گئے تھے۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو کہا کہ: ارے! اپنے بیٹے کے لیے بد دعا کرتی ہو؟ آپ کا بیٹا تو بڑا نیک صالح ہے اور غزوۂ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ان کا شمار تو بدری صحابہ میں ہوتا ہے اور بدری صحابی کا مقام تو بڑا اونچا ہوتا ہے۔

حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا کہنے لگی: اے عائشہ! تجھے معلوم نہیں ہے کہ میرا بیٹا تیرے بارے میں لوگوں کے سامنے کیا کہتا پھرتا ہے؟ حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کسی بھی بہانے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہتان والے واقعے کی خبر دینا چاہتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: بتاؤ! کیا بات ہے؟

حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا نے پورا قصہ ان کو سنایا کہ: عبداللہ ابن اُبی نے آپ کے لیے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی ہے اور میرا بیٹا بھی اس تہمت کو مان لینے والوں میں شامل ہے۔

جب یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنی تو کہنے لگیں: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی؟ کیا میرے ابا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سنا؟ جب پتہ چلا کہ یہاں سب کو معلوم ہے، سب نے سنا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اندازہ ہو گیا کہ حضرت نبیؐ

کریم ﷺ کی محبت مجھ سے کیوں کم ہوئی ہے، اب تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیماری پہلے سے زیادہ ہوگئی؛ بلکہ دوگنی ہوگئی، ایک طرف حضور ﷺ کی توجہ مبارکہ میں کمی اور دوسری طرف اس منافق کی طرف سے خطرناک الزام۔

جب حضور ﷺ اپنی عادت کے مطابق گھر تشریف لائے اور سلام کیا، خیریت پوچھی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے کہا کہ: اگر آپ اجازت دو تو میں اپنے امّاں ابا کے گھر چلی جاؤں؛ تاکہ اس خبر کی پوری تحقیق کروں؛ اس لیے کہ انسان کو ایسے موقع پر ایسی بھاری بات سن کر جلدی یقین نہیں آتا، جب اپنے کسی معتمد سے یا بہت سارے لوگوں سے سنے تب بات دل میں اترتی ہے، حضور ﷺ نے ان کو اجازت دی اور کہا کہ: ٹھیک ہے، تم کو اجازت ہے۔

گھروں میں بیت الخلا ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

اُس دور میں گھروں میں بیت الخلا (Toilet) نہیں ہوتے تھے، گھر سے دور بلکہ آبادی سے باہر جانا ہوتا، خود ہمارے حضور ﷺ بھی باہر تشریف لے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، آج ہمارے لیے گھروں میں بیت الخلا کا انتظام ہے، ایک ایک مکان میں چار چار پانچ پانچ بیت الخلا، ہر کمرہ کا الگ اور وہ بھی بہت شان دار؛ بلکہ بعض لوگوں کے بیت الخلا تو اتنے شان دار اور قیمتی ہوتے ہیں کہ ہم جیسے سادہ لوگوں کو تو اس میں قضائے حاجت مشکل ہو جاتی ہے۔

اب تو بیت الخلا میں عمدہ قسم کے مخملی، نرم ملائم قالین بچھائے جاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بہت سے علاقوں میں اس طرح کے عمدہ قسم کے عمدہ قالین مساجد میں

بچھانے کے لیے بھی میسر نہیں ہوتے جو آپ کے یہاں بیت الخلا میں ہوتے ہیں، اب تو بیت الخلا میں خوشبو والے Spray چھڑکاؤ اور گل دستے اور سجاوٹ کی چیزیں بھی ہوتی ہے؛ یعنی ہزاروں انسانوں کو اپنے استقبالیہ کمرہ (Sitting room) کے لیے جو چیزیں میسر نہیں وہ آپ کے بیت الخلا میں ہوتی ہے، مال و دولت یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کی صحیح قدر کرو، ناشکری اور نا قدری نہ کرو۔

صحابیات کی بے مثال حیا و شرم

اس زمانے میں جب گھر سے دور آبادی سے باہر استنجا کے لیے جانا ہوتا تو مردوں کے لیے الگ جگہ متعین ہوتی اور عورتوں کے لیے الگ جگہ متعین ہوتی، جو جگہ عورتوں کے لیے متعین ہوتی اس طرف کوئی مرد جا نہیں سکتا، کسی مرد کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اس طرف جاوے، اگر کوئی مرد کبھی بھولے چلا بھی گیا تو عورتیں اس کی خبر لے ڈالتی تھیں، آج بھی جن علاقوں میں استنجا کے لیے باہر جانا ہوتا ہے وہاں یہی ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں یہ جگہ بقیع قبرستان کی جانب تھی، اور قربان جاؤ اس دور کی عورتوں پر! خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے:

وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلاً إِلٰى لَيْلٍ. (بخاری شریف)

کسی مرد کی نظر نہ پڑ جاوے؛ اس لیے عورتیں آج رات سے آئندہ کل رات ہی استنجا کے لیے جاتی تھیں، رات کو فارغ ہو جاتیں، دن کے اجالے میں گھر ہی میں رہتیں، کیسی عجیب شرم و حیا کی بات ہے!!!

حقیقت کچھ ایسی تھی کہ کھانا بہت کم ملتا تھا اور کھانا بھی ایسا ہوتا تھا کہ جس میں

تیل، چکنائی بہت کم ہوتی؛ اس لیے ایک رات سے دوسرے رات تک استنجا کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

شریعت پر عمل کا مبارک جذبہ

میری دینی بہنو! اس دور کی عورتوں کا کیا مبارک جذبہ تھا، اللہ تعالیٰ مدینۂ منورہ کی بار بار زیارت ہم کو نصیب فرماوے، نبی کریم ﷺ نے جو حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بنوایا تھا اس کے ٹھیک سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان تھا، مسجدِ نبوی میں جہاں آج کل "خوخة أبي بكر صديق" لکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پانچ دس منٹ میں جا کر واپس آ سکتی تھی، کوئی دوری نہیں؛ لیکن پھر بھی حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں گئیں؛ چوں کہ شریعت کا حکم ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جاوے، ایسے غم کے حالات میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بغیر اجازت گھر جانا مناسب نہ سمجھا، اجازت ملی تب ہی گھر گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ابّا جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر چلی گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نیت یہ تھی کہ گھر جا کر والدین سے اس معاملے کی تحقیق کریں۔ باقی آئندہ مجلس میں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

دعا

ہمارے درد کا مولیٰ تو ماجرا سن لے	رسولِ پاک کا دیتے ہیں واسطہ سن لے
مصیبتوں میں پھنسے ہیں یہ التجا سن لے	تیرے حضور میں آئے ہیں کبریا سن لے
بری طرح سے ہمیں اب ستایا جاتا ہے	ہمارا آشیاں ہم سے چھڑایا جاتا ہے
اسیرِ بابِ قفص ہم بنائے جاتے ہیں	ہمارے خرمنِ ہستی جلائے جاتے ہیں
پہاڑ ظلم و ستم کے گرائے جاتے ہیں	خبر لے جلد کہ اب ہم مٹائے جاتے ہیں
مدد کو آ شہ گردوں رکاب کا صدقہ	مدینے والے رسالت مآب کا صدقہ
پھر آج کر دے عطا جوشِ خالدِ جرار	پھر آج کر دے ہمیں پیروے شہ ابرار
پھر آج دے دے ہمیں سیفِ حیدرِ قرار	پھر آج کر دے سلاطینِ دہر کا سردار
بھنور سے کشتی ہماری نکال دے مولیٰ	تو آج گرتے ہوؤں کو سنبھال لے مولیٰ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی
پاک دامنی
اور منافقین کا الزام

(قسط دوم)

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

①ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے متعلق نیک اور اچھا گمان رکھے، بدگمانی نہ کرے؛ بلکہ کوئی دوسرا انسان ہمارے مسلمان بھائی پر تہمت لگاوے اور تہمت لگانے والے کے پاس کوئی شرعی ثبوت نہ ہو تو اس کی تہمت اور الزام والی بات کو رد کر دیوے اور کہہ دیوے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، وہ مسلمان ایسا نہیں ہے، یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے، ایک مسلمان کو بدنامی اور رسوائی سے بچانا یہ بھی ہمارے لیے ضروری ہے۔

②اہلِ ایمان کا معاشرہ بے حیائی والے کاموں اور باتوں سے پاک رہنا چاہیے، غلط باتوں کا چرچہ اور اس کو سیکھنا سکھانا اس کے نت نئے طریقے بتانا یہ سب اس میں شامل ہیں، آج بہت سے لوگوں نے اپنی زندگی کا کام یہ بنالیا ہے کہ وہ غلط باتوں کو پھیلاتے رہتے ہیں، گندی اور برائی کی خبروں کو مشہور نہ کرنا چاہیے، آج اخبارات اور ٹی-وی چینل اور انٹرنیٹ پر زنا یا زنا بالجبر، قتل، حملہ، ڈاکہ زنی کی خبریں روزانہ مشہور کی جاتی ہیں؛ بلکہ بعض لوگوں کے ناجائز تعلقات کو خاص انداز میں مشہور کیا جاتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں تو وہ گندی چیزیں ان کے دل ودماغ میں بیٹھ جاتی ہیں اور برا کام ان کی سوچ میں ہلکا اور معمولی ہو جاتا ہے اور نفس میں ہیجان اور شہوت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور گناہ اور برائیاں اس سے بڑھتی ہیں؛ اس لیے اس قسم کی خبروں کو نہ پھیلایا جائے، اس میں پورے معاشرے کی بھلائی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَ نَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَ حَبِیْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَ رَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚوَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ۧ(النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

اپنے آپ کو برائی سے بچانا دنیا و آخرت میں عزت کا ذریعہ ہے

گذشتہ کل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کرنا شروع کیا تھا، اس واقعہ میں خاص بات یہ ہے کہ اگر ہماری بہنیں گناہ اور بُرائی سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کریں،

اسی طرح بے حیائی اور بے شرمی اور ناجائز اور حرام تعلقات سے اپنے آپ کو بچائیں تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے تو اس واقعے کی خبر ہی نہیں تھی اور بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کے متعلق غلط پروپیگنڈہ ہوتا ہے خود اس کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ میرے متعلق یہ چرچے ہو رہے ہیں اور یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے گھر جا کر خوب رونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اس بات کی خبر ہوئی کہ میرے بارے میں غلط باتیں مشہور ہوئی ہیں، تو حضرت نبی کریم ﷺ کی اجازت لے کر اپنے ابّا جان کے گھر چلی گئیں، جب اپنے گھر گئیں تو بہت رو رہی تھیں، ابّا اور امّاں نے ان کے رونے کی وجہ پوچھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کو پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ ہماری بیٹی پر زنا کی تہمت لگی ہے، خود والدین بھی اس کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا تسلی دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر جا کر اپنی والدہ سے کہا کہ: میری امی جان! لوگ میرے متعلق کیا کیا باتیں کر رہے ہیں؟ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے - جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں - تسلی دی کہ میری پیاری بیٹی! صبر کرو، اطمینان سے رہو؛ کیوں کہ تم جیسی عورت پر لوگ حسد کیا کرتے ہیں، تم خوب صورت ہو، تمھارے شوہر نبی کریم ﷺ تم سے زیادہ محبت فرماتے ہیں؛ اس لیے تم جیسی عورت کو پریشان کرنے والی بہت سی

عورتیں تو ہوتی ہیں، اور یہ بھی دنیا کا عجیب معاملہ ہے، ہر خیر والے کے ساتھ حسد ہوتا ہے، جس کسی کو کچھ عزت اور ترقی ملتی ہے تو لوگ اس پر حسد کرنے لگتے ہیں، بدنام کرنے کی فکر کرنے لگتے ہیں، اس لیے بیٹی عائشہ! اس فکر میں نہ پڑو، خود بخود معاملہ صاف ہوجائے گا، اس طرح غلط بات مشہور کرنے والوں کی بات پر دھیان مت دو۔

امی جان کی تسلی والی بات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب

جب ام رومان رضی اللہ عنہا نے تسلی دی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: سبحان اللہ! امی جان! لوگ مجھ پر تہمت لگا رہے ہیں، میں کب تک برداشت کروں؟ کب تک صبر کروں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عجیب حالت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روتی رہیں، پوری رات نیند نہیں آئی، پوری رات رونے میں گزر گئی، صبح ہوئی پھر بھی رو رہی ہیں، روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس غم ناک تہمت کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے ہوش ہوگئیں، ان کو کپکپی والا بخار ہوگیا، پورا دن رونے میں گزر گیا، نہ کھانے کی بات ہے اور نہ سونے کی بات ہے، آنسوں رُکنے کا نام نہیں لے رہے، ایک پاک باز عفیفہ عورت پر جب تہمت لگتی ہے تو اس کو جو غم ہوتا ہے وہ اس طرح کا ہوتا ہے۔

پھر دوسری رات آئی وہ بھی پوری رات رونے میں ہی گزر گئی، غرض دو رات اور پورا دن اس حال میں گزر گیا، نہ آرام، نہ چین بس رونا ہی رونا۔

اس سنگین موقع پر حضور ﷺ کا طرزِ عمل، مشورہ کی اہمیت

اس واقعے کی وجہ سے خود نبیٔ کریم ﷺ بھی بڑے غمگین تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی بھی نازل نہیں ہو رہی تھی، جس سے حقیقت ظاہر ہو سکے؛ اس لیے حضور ﷺ نے خاص خاص حضرات سے مشورہ شروع کیا، گھر کے خاص لوگوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جواب

سب سے پہلے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! ہمارے جانکاری کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں، ان کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کا راستہ نکلے، آپ ان افواہ کی کوئی پرواہ نہ کریں؛ گویا انھوں نے عرض کیا کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عجیب حکمت بھرا جواب

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے عجیب انداز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاک ہونے کو بیان کیا، اس کو ایک نفسیاتی انداز کا علاج بھی کہا جا سکتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ اگر میں بھی وہ بات کہوں جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہی تو بات وہی کی وہی ہو گی؛ اس لیے انھوں نے حضور ﷺ کے سامنے بات کا انداز بدل دیا، غم اور بوجھ ہلکا کرنے کے لیے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے شادی کے لیے آپ ﷺ کے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، اگر افواہ کی وجہ سے آپ کی مبارک طبیعت پر اثر ہے تو دوسری

بہت ساری عورتیں ہیں یعنی دوسری عورت سے آپ شادی کر سکتے ہیں اور اخیر میں ایک بہت اہم بات کہی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جو گھر میں خدمت کرنے کے لیے آیا کرتی ہیں، گھر کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہیں، ان سے حقیقت معلوم کرلو، وہ صحیح بات بتاویں گی؛ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ کر جو بات وہ بتاوے وہ ماننے کے لیے تیار کرلیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اندازہ تھا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے صحیح رپورٹ دیں گی، اس بات کو بتا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجھ ہلکا کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی عمدہ تدبیر اختیار کی، حکمت بھرا طریقہ اپنایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں سلامت رکھا اور آپ نے تہمت پھیلانے میں کوئی حصہ نہیں لیا، گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی ایسی چیز ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے، وہ کھلی ہوئی حقیقت ہے۔

گھر میں خدمت کرنے آنے والوں کا حال

اس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ گھر کی خادمہ گھروں کے رازوں کو جاننے والیاں ہوتی ہیں، ان سے حقائق معلوم کیے جا سکتے ہیں اور یہ بھی کہ گھریلو باتیں خادماؤں اور خادموں کے ذریعہ پھیلتی ہیں؛ اس لیے ان سے بہت احتیاط برتنا چاہیے، دشمن لوگ، پیچھے پڑنے والے لوگ ان کے ذریعہ جاسوسی بھی کرواتے ہیں؛ اس لیے ان پر اندھا اعتماد کرنے کے بجائے چوکنّا رہنے کی بہت ضرورت ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے سوال

حضرت نبی کریم ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ بہت پسند آیا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور سوال فرمایا:

بریرہ! بتاؤ تم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی بات کبھی ایسی نظر آئی جس کی وجہ سے تم کو ان کے متعلق کسی برے کام کا شک بھی ہو؟

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا جواب

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا! میں نے کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے ان پر کوئی عیب لگایا جا سکے؛ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نیک، پاک دامن، بھولی بھالی، سیدھی سادی عورت ہیں، ہاں! کم عمری اور بھولے پن کی وجہ سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ روٹی بنانے کے لیے آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہیں اور ان کو نیند آجاتی ہے تو سو جاتی ہیں تو کوئی بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے؛ گویا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے قسم کے ساتھ بتا دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں۔

جو بات صحیح ہو وہ ظاہر کرو

کتنی سچی بات حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دی۔ میری بہنو! یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ کوئی کچھ بھی کہے، کسی کی بات چاہے کیسی ہی چل پڑے؛ لیکن جو بات صحیح اور سچی ہو اسی کو ظاہر کرنا ہمارا کام ہے، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے سچی بات بیان کر دی، اللہ تعالیٰ

ہمیں بھی ایسی نیک توفیق عطا فرمائے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کو پورا یقین اور اطمینان تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بالکل پاک ہیں؛ اسی لیے صحابہ کی ایک مجلس میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا عَلِمْتُ عَلىٰ أهلي إلاَّ خَيْراً.

ترجمہ: میں میرے گھر والوں کے لیے خیر اور بھلائی جانتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حالت

اس طرف نبیٔ کریم ﷺ مشورہ فرمارہے ہیں اور دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی تک غم میں ہیں، امّاں کے گھر ان کی نیند حرام ہوگئی تھی، کھانا بھی بند ہوگیا تھا، بس مسلسل رو رہی ہیں، اس رونے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں کلیجہ پھٹ نہ جائے؛ چوں کہ رونے کی اسی حالت میں دوراتیں گزر گئی تھیں۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کا منبر پر کھڑے ہوکر خطاب

جب حضور ﷺ ان مشوروں سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا؛ یعنی بیان فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کھڑے کھڑے ہی دینا چاہیے، یہ افضل طریقہ ہے، اگرچہ بیٹھ کر خطبہ دینے سے بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے، حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نکاح کا خطبہ بھی کھڑے ہوکر پڑھتے تھے۔

آپ ﷺ کے ارشادات کا خلاصہ

① اگر میں تہمت لگانے والے کو اس تہمت والے واقعے کی وجہ سے سزا دوں

تو مجھے معذور سمجھنا؛ یعنی سزا دی جاوے تو سمجھنا کہ یہ ضروری تھا؛ چوں کہ معاملہ تہمت کا ہے جو سنگین جرم ہے؛ لیکن قربان جاؤں نبیٔ کریم ﷺ پر آپ نے اس طرح تہمت لگانے والے سب سے بڑے منافق کا نام اپنے بیان میں نہیں لیا، نام لیے بغیر سزا کی بات ارشاد فرمائی۔

② آپ ﷺ کو اس تہمت والے واقعہ سے تکلیف ہوئی ہے۔

③ مجھ میں اور میرے گھر والوں میں خاص کر عائشہ میں خیر ہی خیر ہے۔

④ جس مرد صحابی کی طرف غلط کام کی نسبت ہوئی ہے یعنی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ وہ بھی نیک ہیں، بھلائی والے ہیں۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی سعادت

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ پر تہمت تو لگی، ان کو تکلیف تو ہوئی؛ لیکن یہ بھی ان کی سعادت کی بات ہے کہ مسجدِ نبوی کے منبر مبارک سے ان کے نیک ہونے کا خود نبیٔ کریم ﷺ اعلان فرما رہے ہیں۔

خطبۂ مبارکہ کا باقی مضمون

⑤ آپ ﷺ کے فرمان میں یہ بات بھی تھی کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کبھی اکیلے میرے گھر نہیں آئے، کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے آئے تو بھی میرے ساتھ اور وہ بھی ظاہری بات ہے پردہ کے تمام ضوابط کے ساتھ۔

آپ ﷺ نے اپنے بیان مبارک سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی اپنا خیال بتلا دیا کہ وہ تو خیر پر ہی ہیں۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حال

دوسری طرف جس نیک صحابی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف غلط نسبت کی جا رہی تھی، ان کو جب اس تہمت کا پتہ چلا تو ان کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا، ان کی تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی تھی، اس بات کو سن کر کہنے لگے: اس ذات (اللہ تعالیٰ) کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آج تک میں نے کسی عورت کا ستر نہیں کھولا، غرض حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی قسم کھا کر اپنی پاک دامنی کا اعلان کر دیا۔

تسلی دینے کا ایک اور طریقہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ام رومان رضی اللہ عنہا دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور تسلی دے رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا جاری ہی تھا، اسی دوران انصار کی ایک عورت گھر آئی اور گھر میں آنے کی اجازت مانگی اور اجازت ملنے پر گھر میں داخل ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھ گئی اور اس عورت نے بھی رونا شروع کر دیا؛ گویا یہ رونا بھی اس عورت کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے تسلی تھی، یہ بھی تسلی دینے کا ایک انداز ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثالی خوش قسمتی

اس دوران - کہ یہ چاروں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا، اور وہ انصاری عورت بیٹھے ہوئے تھے - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے

کتنی خوش قسمتی کی بات ہے کہ لوگ حضور ﷺ کو ملنے کے لیے آپ کے گھر جاتے ہیں؛ لیکن یہاں حضور ﷺ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا اس وقت بھی حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ایسی خوش نصیبی مدینہ میں بھی نصیب ہوئی کہ مدینہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر نبیٔ کریم ﷺ تشریف لائے۔

خوخة ابي بكر رضی اللہ عنہ

مسجدِ نبوی میں آج بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کی جگہ متعین ہے، وہاں عربی میں لکھا ہوا ہے "هذه خوخة سيدنا أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ" اس جگہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جھونپڑا تھا۔

آپ ﷺ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مہینہ کے بعد بیٹھنا

بہر حال! حضرت نبیٔ کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھ گئے، عجیب بات کہ تقریباً ایک ماہ ہو گیا تھا، جب سے تہمت والی بات چل رہی تھی حضور ﷺ کی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہیں بیٹھے تھے، صرف سلام اور مختصر خیر خیریت پوچھ کر تشریف لے جاتے، اس وقت حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی وغیرہ سب بیٹھ گئے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص انداز سے بات چیت

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاس بیٹھ کر حضور ﷺ نے پہلے خطبہ پڑھا، اس سے سیکھنے کو ملا کہ ہر اہم کام کے موقع پر خطبہ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وتعریف اور صلاۃ وسلام پڑھنا چاہیے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ! مجھے آپ کے بارے میں اس طرح کی خبر ملی ہے، سنو! اگر تم پاک ہو اور تم نے یہ کام نہیں کیا ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو ضرور بری کرے گا، اور تمھاری پاک دامنی کا اعلان کرے گا۔

پھر آگے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم سے غلطی ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو؛ اس لیے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو ان کے آنسو بند ہو گئے، اور ایسا ہوتا ہے کہ جب انتہائی درجے کا غم ہوتا ہے تب آنسوں بھی رک جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ابا جان سے درخواست

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بات سن کر فوراً اپنے ابا جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہنے لگی کہ: ابا جان! حضور کی بات کا جواب دو۔

ابا جان نے کہا کہ: بیٹی! میں کیسے جواب دوں؟ خدا کی قسم! کیا جواب دینا میں نہیں جانتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امی جان سے درخواست

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر اپنی امی جان سے کہا کہ: امی جان! حضور ﷺ نے جو بات پیش فرمائی ہے اس کا آپ جواب دو۔

امی جان نے بھی کہا کہ: اللہ تعالیٰ کی قسم! کیا جواب دینا میں بھی نہیں جانتی۔

جب ابا اور امی دونوں نے جواب دینے سے معذرت کر دی تو اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود جواب دینا ہے۔

والدین نے جواب کیوں نہیں دیا؟

اس جگہ ایک سوچنے کی بات ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا درخواست کر رہی ہیں پھر بھی دونوں نے جواب دینے سے معذرت کر دی، ایسا کیوں ہوا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام اور درجہ صدیقیت کا ہے، اس مقام کے تقاضے سے آپ نے جواب نہیں دیا، دونوں اپنی بیٹی کو پاک دامن مانتے ہیں، پاک دامنی کا یقین ہے؛ لیکن دونوں ظاہری حالات کے اعتبار سے جواب دیں گے۔

کوئی بھی انسان جب کسی دوسرے کی تعریف کرتا ہے، تو اپنے گمان اور خیال کے مطابق کرتا ہے، حقیقت تو ہر ایک کی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور کسی بھی انسان کے اندرون کا حال تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جواب دیتے تو اپنے خیال، گمان اور جان کاری کے مطابق جواب دیتے؛ اس لیے آپ نے جواب

دینا مناسب نہ سمجھا۔

اس میں یہ بھی ہوسکتا تھا کہ کوئی یہ سمجھے کہ اپنی بیٹی کی طرف داری کررہے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ایسی بات کہوں جو میں نہیں جانتا تو کونسا آسمان مجھ پر سایہ کرتا اور کونسی زمین مجھ کو پناہ دیتی۔

ایک خاص نصیحت

ہم کو اس سے ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ہم کسی کی تعریف کریں تو یوں کہیں کہ میرے خیال کے مطابق اس میں یہ خوبی ہے، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کوئی تعریف کی بات نہ کریں؛ اس لیے کہ دل کی بات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غم کے وقت حکمت اور عقل بھری بات

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو کم عمر لڑکی تھیں، جواب دینے کے لیے پہلے سے کوئی تیاری بھی نہیں کی ہے، اس وقت تک انھوں نے قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھا تھا، اپنے غم کو قابو میں کر کے جواب دینا شروع کیا اور بہت ہی فصیح وبلیغ اور بڑا پیارا جواب دیا:

حضور! آپ نے میرے بارے میں ایک بات سنی ہے اور وہ بات سنتے سنتے آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور آپ نے اس بات کو سچ بھی مان لیا ہے۔

یعنی جیسے کسی کی بات مان لی جاوے اور اس کے ساتھ جو برتاؤ ہوتا ہے وہ ہو رہا ہے؛ یعنی عملی طور پر مان لیا ہے؛ اس لیے کہ تہمت کو جھوٹا سمجھتے تو تہمت لگانے والوں کی جھٹلاتے۔

اور اگر میں انکار کر دوں کہ میں نے برا کام نہیں کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، تو آپ میری بات نہیں مانو گے۔

اور اگر میں کہہ دوں کہ: مجھ سے غلطی ہوئی تھی تو آپ میری بات مان لو گے، جب کہ میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا ہے، بس! اس وقت میری مثال وہ ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان کی تھی کہ انھوں نے اپنے بیٹوں سے جھوٹی بات سنی تھی کہ دس بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے گئے اور سب نے مل کر حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا اور اپنے ابا کی نظروں سے ان کو دور کر دیا اور آ کر جھوٹی بات باپ کے سامنے بیان کر دی:

وَجَاءُوْا اَبَاهُمْ عِشَاءً يَّبْكُوْنَ۝۱۶ قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ۝۱۷

ترجمہ: اور (کنویں میں ڈالنے کی کارروائی کر کے) وہ رات کو روتے روتے اپنے ابا کے پاس آئے ﴿۱۶﴾ وہ (بھائی) کہنے لگے: اے ہمارے ابا! ہم سب دوڑ نے کا مقابلہ کرنے چلے گئے تھے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، سو بھیڑیا (اکیلے پن اور بچپن کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر) اس (یوسف) کو کھا گیا اور ہم بالکل سچے ہیں پھر بھی آپ ہماری بات نہیں مانیں گے ﴿۱۷﴾

جب یہ جھوٹی بات بھائیوں نے کہی تو اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان نے فرمایا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾

ترجمہ: میں صبر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: جو بات حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان نے فرمائی وہ بات میں کہتی ہوں کہ:

میں صبر کرتی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتی ہوں۔ اتنا کہہ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجلس سے چلی گئیں اور بستر پر جا کر سو گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس وقت ایسا غم تھا کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی یاد نہیں آیا؛ اس لیے "حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان" ایسا کہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: خدا کی قسم میں پاک دامن ہوں اور مجھے یقین تھا کہ میرے پاک دامن ہونے کا اللہ تعالیٰ اعلان فرماویں گے، مجھے یہ اندازہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب وغیرہ کے ذریعہ بتا دیا جاوے گا کہ میں پاک دامن ہوں۔

صبرِ جمیل

اِس آیت میں صبرِ جمیل کا لفظ آیا ہے، یہ ایسا صبر ہے کہ مصیبت پر کسی کے سامنے شکایت فریاد نہ کرے، جس کی طرف سے تکلیف پہنچی اس سے بدلہ لینے کے چکر میں نہ رہے، اس کو معاف کر دیوے، مصیبت کو بڑھا چڑھا کر لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے، مصیبت پر لوگوں کے سامنے بلاوجہ شور وغل نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نوازش بندے کے گمان سے بڑھ کر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ میرے

بارے میں وحی نازل ہوگی، قرآن میں آیتیں اتریں گی، میں اپنے آپ کو بہت کم درجہ سمجھتی تھی؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی تو حضور ﷺ اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں، اور گھر میں جتنے لوگ تھے ان میں سے کوئی بھی گھر سے نکلا نہیں اور قرآن اترنا شروع ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی بذریعۂ وحی

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآنِ مجید کی آیتوں کو لے کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور برأت کی آیتیں حضور کو سنائی، سخت سردی کے موسم میں حضور ﷺ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے اور جب بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن لے کر تشریف لاتے تھے تو حضور ﷺ کی بدن کی کیفیت عجیب ہوجاتی تھی، گرمی ہونے لگتی اور چہرہ مبارک پسینے اور پانی کے قطروں سے بھر جاتا تھا، اور ایسے موقع پر عام طور سے حضور ﷺ اپنے چہرے مبارک پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے۔

بہر حال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اللہ تعالیٰ نے کئی آیتیں اتاری:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَخَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١﴾ (النور)

(ترجمہ) یقیناً جن لوگوں نے (عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جھوٹی تہمت لگا کر) یہ طوفان کھڑا کیا ہے وہ تمھارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہے، تم اس بات کو تمھارے لیے برا مت سمجھو؛ بلکہ وہ تو تمھارے حق میں بہت بہتر ہے، ان میں سے ہر ایک شخص نے جتنا کیا اتنا گناہ اس کے حصے میں آیا، اور جس شخص نے ان میں سے اس (طوفان) میں

سب سے بڑا حصہ لیا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

یہاں سے آیت نمبر چھبیس ختم تک:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

نورانی چہرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت

وحی کے اتر چکنے کے بعد حضور ﷺ جب اپنے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹاتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کالے بادلوں کے بیچ میں سے چودھویں رات کا چاند نکل کر سامنے آیا ہو، پھر حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے خوش خبری دی اور پہلی بات جو نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی:

أَبْشِرِيْ يا عائشةُ! أَمَا اللهُ تعالٰى فَقَدْ أَبْرَأَكِ.

اے عائشہ! خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تیرے پاک ہونے کا اعلان فرما دیا۔

جب یہ خبر اللہ تعالیٰ کے رسول نے سنائی تو خوشی کا ایک ماحول بن گیا، ابا جان

اور امی نے کہا: بیٹی عائشہ! کھڑی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نبی کا شکریہ ادا کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: اللہ قسم! میں اس معاملے میں کسی کو کچھ نہیں کہوں گی، میں صرف میرے اللہ تعالیٰ کا احسان مانتی ہوں اور اسی کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میرے اللہ نے میرے لیے میرے پاک ہونے کا اعلان قرآن میں فرما دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بڑی سعادت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مجھے یقین تھا کہ میں پاک ہوں اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور میرا خدا میرے پاک ہونے کا اعلان ضرور کرے گا؛ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھے اتنا بڑا درجہ ملے گا، اتنی ساری آیتیں اللہ تعالیٰ میرے پاک ہونے کے بارے میں قرآن میں نازل کرے گا اور اس کو لوگ قیامت تک پڑھتے رہیں گے اور مجھ پر تہمت لگانے والوں کو لوگ قیامت تک ناراضگی سے یاد کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کتنا بڑا مقام عطا فرما دیا!!!

پاک دامن عورت پر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت ہوتی ہے

میری بہنو! ایک عورت ذات جب اپنے آپ کو گناہ سے بچائے تو اللہ تعالیٰ اپنے غیبی طاقت سے اس کی نصرت اور مدد فرماتے ہیں۔

تہمت لگانے والوں کی اسلام میں سزا

براءت کی آیتوں کے اترنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کی سزا جاری فرمائی، جس میں عبداللہ ابن ابی جو تہمت لگانے میں سب سے آگے تھا اور اصل وہی تہمت کو

گھڑنے والا تھا، حضور ﷺ نے اس پر تہمت کی سزا لگوائی۔

ہمارے مذہب میں کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانے کی بہت خطرناک سزا آئی ہے: اگر کوئی کسی پر تہمت لگائے اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہو تو اس طرح تہمت لگانے والے کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے جاتے ہیں، یہ قرآن کا اعلان ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاۤءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰۤئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴

ترجمہ: اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر (زنا کو ثابت کرنے پر) چار گواہ نہیں لاتے، سو تم ان کو اَسّی کوڑے مارو اور کبھی بھی ان لوگوں کی گواہی تم قبول مت کرو اور یہی لوگ خود نافرمان ہیں۔

بہر حال! حضور ﷺ نے عبد اللہ ابن ابی منافق کو ڈبل سزا لگائی؛ اس لیے کہ وہ شروعات کرنے والا تھا، اس کے علاوہ دو مسلمان صحابی: حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ، اسی طرح ایک صحابی عورت: حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا ان تینوں کو بھی حضور ﷺ نے تہمت کی سزا میں اسّی اسّی (۸۰) کوڑے لگوائے، اگرچہ وہ مسلمان تھے پھر بھی ان کو کوڑے لگائے گئے، اب پورے مدینہ میں اس بات کا اعلان ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں اور تہمت لگانے والے سراسر جھوٹے ہیں۔

چند اہم ہدایات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَاۤءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۚ لَا

تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَخَيْرٌ لَّكُمْ﴾

ترجمہ: یقیناً جن لوگوں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگا کر) یہ طوفان کھڑا کیا ہے وہ تمھارے ہی اندر کی ایک جماعت ہے، تم اس بات کو تمھارے لیے برا مت سمجھو؛ بلکہ وہ تو تمھارے حق میں بہت بہتر ہے۔

یعنی یہ تو تمھارے لیے بڑی اچھائی کی بات ہو گئی کہ جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ بلند ہو گیا اور ان کی اس پاک دامنی کو لوگ قیامت تک قرآن میں پڑھتے رہیں گے۔

پھر آگے فرمایا:﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

ترجمہ: ان میں سے ہر ایک شخص نے جتنا کیا اتنا گناہ اس کے حصے میں آیا، اور جس شخص نے ان میں سے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

یعنی جن لوگوں نے اس بہتان میں جتنا حصہ لیا اتنا اس کو تہمت میں حصہ لینے کا گناہ ہوگا۔

کُل چار طرح کے لوگ تھے

① جس نے تہمت گھڑی اور اس کو لوگوں میں پھیلایا اس کو سب سے زیادہ عذاب:﴿وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ کہ جس ظالم (عبداللہ ابن ابی) نے اس تہمت کی شروعات کی تھی اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے دنیا اور آخرت میں کہ آخرت میں جہنم کی سزا ہے۔

(۲) جنھوں نے اس تہمت کو سن کر اس کو مان لیا، ان کا دوسرے نمبر کا گناہ۔

(۳) جو لوگ اس تہمت کو سن کر خاموش رہے، ان کا تیسرے نمبر کا گناہ۔

(۴) اور جنھوں نے اس تہمت کو سن کر صاف کہہ دیا کہ: یہ خبر جھوٹی ہے، وہ اچھے لوگ ہیں، یہ خوش نصیب افراد ہیں۔

ایک خاص نصیحت

اس کے بعد آگے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایک خاص نصیحت ہے جو ہم سب کو دھیان رکھنے کی ہے، وہ نصیحت یہ ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾

(ترجمہ) جب تم لوگوں نے اس (طوفان) کی خبر سنی تو ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں کے ساتھ اچھا خیال کیوں نہیں کیا؟ اور (تہمت سنتے ہی) ایسا کیوں نہ کہا: یہ کھلی تہمت ہے۔

قاعدے کی بات بتادی کہ جب تم نے ایسی تہمت والی بات سنی تو فوراً یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ: یہ بات جھوٹی ہے؛ اس لیے میری بہنو! اس طرح کی کوئی بھی تہمت کی بات تم سنو تو بات کو رد کرنا اور جھٹلانا ضروری ہے۔

دوسرے پر تہمت لگانا اپنے پر تہمت لگانا ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آگے کتنی پیاری بات فرمائی: ﴿بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا﴾

اس میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر تہمت لگائے تو وہ کسی دوسرے پر تہمت نہیں ہے؛ بلکہ وہ تو اپنی ذات پر ہی تہمت ہے، تمام مسلمان مرد وعورت آپس میں بھائی بہن ہیں، اگر ایک بہن نے دوسری بہن پر تہمت لگائی تو وہ گویا اس نے اپنی ہی ذات پر تہمت لگائی اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ میں نے دوسری عورت پر تہمت لگا کر اس کو ذلیل ورسوا کر دیا ایسا نہیں ہے، اس نے خود کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔

بہت ضروری بات

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے متعلق نیک اور اچھا گمان رکھے، بدگمانی نہ کرے؛ بلکہ کوئی دوسرا انسان ہمارے مسلمان بھائی پر تہمت لگاوے اور تہمت لگانے والے کے پاس کوئی شرعی ثبوت نہ ہو تو اس کی تہمت اور الزام والی بات کو رد کر دیوے اور کہہ دیوے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، وہ مسلمان ایسا نہیں ہے، یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے، ایک مسلمان کو بدنامی اور رسوائی سے بچانا یہ بھی ہمارے لیے ضروری ہے۔

چار گواہ کی حکمت

﴿لَوْلَا جَاءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ﴾

وہ (بہتان لگانے والے) اس (بات) پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟

یعنی جب تہمت لگانے والوں نے غلط بات پھیلائی تو مسلمانوں کو ضروری تھا کہ ان سے گواہ مانگتے، شریعت کا قانون ہے کہ کسی معاملے کو ثابت کرنے کے لیے دو گواہ چاہیے؛ لیکن زنا کے ثابت کرنے کے لیے چار گواہ۔ حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ

اس میں ایک مرد اور ایک عورت ہوتی ہے؛ اس لیے ہر ایک کی طرف سے دو دو ملا کر کل چار گواہ ہونا ضروری ہے۔

تہمت لگانے والے تین صحابہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس (چرچے) میں تم پڑے ہوئے تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا عذاب آ پڑتا۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوگئی کہ جو مسلمان بھولے پن میں اس تہمت پھیلانے میں شامل ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے مہربانی اور فضل فرمایا اور ان کو صرف اسّی اسّی کوڑے مارے گئے اور ان کو معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اگر اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ کرتا تو ان کو بھی بہت بڑا عذاب آ کر پکڑ لیتا اور خدا کے عذاب کی پکڑ میں وہ لوگ بھی پھنس جاتے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو مسلمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت میں شریک ہو گئے ان کو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: تمھارا گناہ بہت بڑا تھا، دنیا و آخرت میں سزا اور عذاب آ سکتا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے مہربانی اور فضل فرمایا، ایمان کی برکت، حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی برکت سے تم کو سچی توبہ کی توفیق ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرمالی اور مغفرت کا وعدہ فرمایا۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کبھی بھول سے کسی بھی مسلمان پر تہمت لگادی

تو اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگ لو اور اس مسلمان سے بھی معافی مانگ کر بات کو صاف کرلو۔

اپنی پاکی اور بزرگی جتانے کی چیز نہیں

میری بہنو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلاَ تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ التَّقٰى.(النجم:۳۲)

ترجمہ: تم اپنے آپ کو پاکیزہ نہ ٹھہراؤ، وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔

ہمیشہ اس آیت کو سامنے رکھنا، ہماری بہت ساری بہنیں اپنی نیکی، اپنی عبادت دوسروں کے سامنے فخر کے ساتھ بتلاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمت کے خاطر ذکر کرنا الگ بات ہے اور فخر سے بتلانا کہ میں اتنی نیک ہوں اور اتنی ساری عبادت کرتی ہوں وغیرہ، یہ اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے۔

جس بات کی حقیقت معلوم نہ ہو اس کو کبھی بولنا نہیں چاہیے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّالَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَّتَحَسَبُوْنَهُ هيِّناً وَهُوَ عِنْدَ اللهِ عَظِيْمٌ.(النور)

ترجمہ: جب کہ تم اپنی زبانوں سے اس (تہمت) کو ایک دوسرے کے سامنے نقل کر رہے تھے اور تم اپنے منہ سے ایک ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی خبر تم کو بالکل نہیں تھی اور تم اس (تہمت والی بات) کو معمولی سمجھ رہے تھے؛ حالاں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑی (گناہ کی) بات تھی۔

آج بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ ہم نے ان کو ہلکا اور آسان سمجھ رکھا ہے، اس لیے کسی بھی گناہ کو ہلکا نہ سمجھو، خاص کر جس کے ذریعہ دوسرے مسلمان کی آبرو برباد ہو رہی ہو، اس سے خود کو بچاؤ، جس بات کی حقیقت ہم کو معلوم نہ ہو ایسی بات کبھی بھی اپنی زبان سے مت نکالو۔

آج ہم کتنی باتیں بلا تحقیق بول دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے ہماری حفاظت فرمائے، ایسی باتیں زبان سے بولنا یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت خطرناک ہے، اس کا بہت گناہ ہے؛ بلکہ میں تو آپ سے کہتا ہوں کہ: اگر کوئی گندی چیز یا ایسی بات اپنی آنکھ سے دیکھ بھی لو تب بھی یہ سوچو کہ میری آنکھ غلط دیکھ رہی ہے، میری مسلمان بہن یا میرا بھائی یہ غلط کام نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی بات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی

آگے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا،سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ.(النور:١٦)

اور جب تم نے (اول) یہ (بہتان) سنا تو اسی وقت تم نے ایسا کیوں نہیں کہا کہ: ہم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ایسی بات ہم منہ سے نکالیں، اللہ تعالیٰ تو پاک ہیں (معاذ اللہ!) یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی تک جب یہ بات پہنچی تو ان دونوں نے سب کے سامنے کہہ دیا کہ یہ بات غلط ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کام ہو ہی نہیں

سکتا ہے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی یہ بات بہت ہی اچھی رہی، اور ایسے بھی یہ دونوں میاں بیوی بہت خوش نصیب تھے کہ وہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مدینہ میں میزبان تھے۔ آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ.(النور:۱۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتے ہیں کہ اگر تم واقعی ایمان والے ہو تو آئندہ ایسی بات کبھی مت کرنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت صاف لفظوں میں فرمادیا کہ: اب نبی کی بیوی پر اس طرح کی تہمت ہرگز نہ لگانا؛ بلکہ کسی بھی مسلمان عورت پر اس طرح کی تہمت مت لگانا۔

غلط باتوں کے چرچہ کی وجہ سے دردناک عذاب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.(النور:۱۹)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے ہو۔

فائدہ: اہلِ ایمان کا معاشرہ بے حیائی والے کاموں اور باتوں سے پاک رہنا چاہیے، غلط باتوں کا چرچہ اور اس کو سیکھنا سکھانا اس کے نت نئے طریقے بتانا یہ سب اس میں شامل ہیں، اس دور میں میڈیا کے ذریعہ بہت بے حیائی کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے

جو ہرگز مناسب نہیں ہے۔ (از تیسیر القرآن)

بری خبروں کو مشہور کرنا بھی برا ہے

آج بہت سے لوگوں نے اپنی زندگی کا کام یہ بنالیا ہے کہ وہ غلط باتوں کو پھیلاتے رہتے ہیں، گندی اور برائی کی خبروں کو مشہور نہ کرنا چاہیے، آج اخبارات اور ٹی-وی چینل اور انٹرنیٹ پر زنا یا زنا بالجبر، قتل، حملہ، ڈاکہ زنی کی خبریں روزانہ مشہور کی جاتی ہیں؛ بلکہ بعض لوگوں کے ناجائز تعلقات کو خاص انداز میں مشہور کیا جاتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں تو وہ گندی چیزیں ان کے دل و دماغ میں بیٹھ جاتی ہیں اور برا کام ان کی سوچ میں ہلکا اور معمولی ہو جاتا ہے اور نفس میں ہیجان اور شہوت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور گناہ اور برائیاں اس سے بڑھتی ہیں؛ اس لیے اس قسم کی خبروں کو نہ پھیلایا جائے، اس میں پورے معاشرے کی بھلائی ہے۔

گندی خبروں کے لیے احتیاط

آج ہمارا حال یہ ہے کہ اس طرح بری بات سن کر خاموش رہتے ہیں اور دل میں بدگمانی کرنے لگتے ہیں کہ: فلانی نے ایسا کیا وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح بدگمانی کرنا بھی سنگین گناہ ہے، اس کو گناہِ کبیرہ بتایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ، اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ (الحجرات: ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو؛ کیوں کہ بعض گمان گناہ

ہوا کرتے ہیں۔

بدگمانی شیطانی چکّر ہے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب شیطانی چکّر تھا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ، وَمَنْ يَّتَّبِـعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ.(النور:۲۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں پر مت چلو اور جو بھی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے تو یقیناً وہ تو بے حیائی اور برائی کے کام کرنے کے لیے کہے گا۔

پاک دامن عورت پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں

آگے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی بات ارشاد فرمائی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ، وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ.(النور:۲۳)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی (یعنی برے کاموں اور اس کے ارادے سے بے خبر) ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا وآخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کیسی خطرناک بات بیان فرمادی، میری بہنو! اللہ تعالیٰ ایسی لعنت سے ہماری حفاظت فرمائے، لعنت جس پر آتی ہے وہ دنیا وآخرت میں برباد ہوجاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پاک دامنی کا اعلان ہوجانے کے بعد بھی جو لوگ ـــــ ابھی تک تہمت کو سچا مانتے ہیں، حقیقتاً وہ منافق ہی ہیں، ان کے لیے دنیا وآخرت میں لعنت

ہے، آج بھی جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کو سچا مانتے ہیں وہ کافر ہیں، اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ایمان والی عورتوں کی ایک خوبی

اِس آیت میں ایمان والی عورت کی ایک خوبی ''غافلات'' بتائی گئی ہے؛ یعنی جو مسلمان عورتیں زنا کے کام سے اور اس کے ارادے سے بھی بے خبر ہیں، دور ہیں، خود کو بچائے ہوئے ہیں، وہ اچھی عورتیں ہیں، پہلے حدیث میں بھی سن لیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھولی بھالی عورت کہا گیا۔

ایک مؤمنہ عورت سیدھی سادی، بھولی بھالی ہوتی ہے، میرے مرشدِ ثانی شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی بخاری شریف کے درس میں فرماتے ہیں کہ: جو عورتیں زنا وغیرہ کے کام میں مبتلا ہوتی ہیں، وہ بہت ચંચળ ہوتی ہیں، اس طرح کے گندے کام اور اس کے لوازمات، مقدمات، مبادیات (یعنی زنا کی شروعات جن چیزوں سے ہوتی ہیں) یہ ایک مؤمنہ عورت کو زیبا نہیں دیتے، یہ جتنی بھی آیتیں بتائی گئیں اس میں اللہ تعالیٰ نے خاص خاص نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے، اب ہمیں ان پر عمل کرنا چاہیے۔

لوگوں کے گناہوں کو مت اچھالو

میری بہنو! آج ہم دوسرے لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر اس کو بہت اُچھالتے ہیں، یہ بہت بری بات ہے، اپنی فکر کرو، خود کو گناہوں سے بچانے کی فکر کرو اور دوسروں

کو بھی سمجھا کر گناہ سے بچانے کی فکر کرو۔

آپ ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سوال کرنا

بخاری شریف کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی بیویوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بھی سوال کیا کہ: عائشہ کے متعلق ان باتوں میں تم کیا جانتی ہو؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے قسم کھا کر جواب دیا کہ: اللہ کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں خیر ہی خیر ہے۔

بڑی نصیحت کی بات

حضور ﷺ کی بیویوں میں ایک حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی ایسی ہیں جن کے متعلق خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مجھ سے برابری کرسکتی ہیں؛ اس لیے کہ وہ حضور ﷺ ہی کے خاندان سے تھیں، پھوپھی زاد بہن تھیں، اور خوب صورت بھی تھیں؛ لیکن انھوں نے صحیح اور سچی بات کہہ دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے بھی صحیح اور سچی بات کہہ دی، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن کے خاطر تہمت والے معاملے میں آ گئیں۔

دو خاص باتیں

یہاں دو باتیں خاص سمجھ کر عمل کرنے کی ہیں، کسی بہن کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ سچی ہے تو محض دشمنی نکالنے کے لیے صحیح اور حق بات کو غلط نہیں بتانا چاہیے، بعض لوگ دشمنی نکالنے کے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور سامنے والے کے متعلق کوئی

موقع ملتا ہے تو غلط باتیں پھیلانے میں لگ جاتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے، کسی انسان سے کسی وجہ سے ناراضگی ہو جاوے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اس کی دشمنی میں اندھے ہو کر غلط باتیں پھیلانے لگیں، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ، وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا، اِعْدِلُوْا، هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.(المائدۃ:۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے) کے لیے ہر وقت تیار رہو (اور) انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کے ساتھ دشمنی تم کو اس بات کے لیے نہ ابھارے کہ تم انصاف کرنا چھوڑ دو (بلکہ) تم انصاف کرو، وہ تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقینی بات ہے کہ جو کچھ (اعمال) تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے۔

نوٹ: محبت کے جذبات میں مغلوب ہو کر بے جا طرف داری نہ کرنا اور عداوت کے غلبے میں بے انصافی نہ کرنا یہ تقویٰ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ (از تیسیر القرآن)

دوسروں کے خاطر خود کی آخرت کو برباد نہ کریں

بعض مرتبہ لوگ دوسروں کے لیے اپنی آخرت برباد کرتے ہیں، کوئی اپنا بڑا ہے تو اس کو راضی کرنے کے لیے دوسروں پر ظلم و زیادتی کر کے خود کی آخرت برباد کرتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے، بعض مرتبہ کسی امیر یا بڑے ذمے دار کے ماتحت لوگ اپنے بڑے کو راضی کرنے کے لیے دوسروں کی برائی کرنے لگتے ہیں، دوسروں پر

ظلم کرنے لگتے ہیں؛ حالاں کہ بہت سی مرتبہ وہ بڑا خود ان سے شفقت ونرمی اور محبت کرتا ہے؛ لیکن نیچے کے لوگ دوسروں سے بدسلوکی کرنے لگتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حسنِ خاتمہ

بخاری شریف کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازا، ایک قول کے مطابق ۱۹ر ہجری میں آرمینیہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے، ان کی اللہ تعالیٰ کے راستے کی اچھی موت یہ بھی ایک علامت ہے کہ وہ نیک اور پاک دامن تھے؛ اس لیے کہ کوئی آدمی کوئی غلط کام کرتا ہو تو اس کو کبھی حسنِ خاتمہ اور شہادت جیسی نعمت نصیب نہیں ہوسکتی، اچھی زندگی گزارنے والوں کو اچھی موت نصیب ہوتی ہے، اللّٰھم ارزقنا منه۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے وقت پر ایمان پر حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے، آمین۔

یہ بہترین قصہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کی اور دو آیتیں باقی ہیں جس میں خاص نصیحت ہے، اس کو ان شاء اللہ! آئندہ کل بیان کریں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

پاک دامنی

اور منافقین کا الزام

(قسط سوم)

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

میں عام طور پر ساسوؤں کو کہا کرتا ہوں کہ: اللہ کے واسطے بہو کو تکلیف مت دو، آج تم بہو؛ یعنی دوسرے کی بیٹی کو تکلیف دوگی، پریشان کروگی تو کل تمھاری بیٹی بھی کسی کے یہاں بہو بن کر جائے گی اس دن کو سوچو!

اگر تم کسی کی بیٹی کو اچھی طرح رکھوگے تو تمھاری بیٹی بھی جب بہو بن کر جائے گی تو اس کو بھی اچھی طرح رکھا جاوے گا، بہو کو نوکرانی نہیں سمجھنا چاہیے؛ بلکہ اس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیے، ہماری شریعت میں کسی کو بلا وجہ تکلیف دینا حرام ہے۔

اسی طرح بہو کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ساس کو نہ ستائے، وہ اس کو اپنی ماں سمجھے اور اس کی خدمت کرے تو ان شاء اللہ! ان کی زندگی خوشی اور محبت کے ساتھ گزرے گی، غرض یہ کہ ساس بہو کو بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اور بہو ساس کو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت کرے۔

ایک حدیث بتادوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا حاصل یہ ہے کہ: جس قوم میں ایک مرد یا ایک عورت ایسی ہو جو قطع رحمی کرے؛ یعنی جو رشتے داری کے تعلق کو کاٹنے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے، پوری قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتی ہے۔

صرف ایک آدمی کی وجہ سے بھی پوری قوم رحمت سے محروم ہو جاتی ہے اور آج تو گھر گھر میں رشتے کٹے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر کیسے آئے گی؟ اس لیے ہم اس گناہ کو چھوڑ دیں پھر دیکھیں! اللہ تعالیٰ آپس میں کیسی محبت عطا کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَ حَبِیْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

مزاج اور طبیعت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بات چل رہی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پورا

واقعہ آپ کو سنایا گیا اوران کے متعلق جو آیتیں قرآن میں اتاری گئی وہ بھی سنائی گئی، میری بہنو! ان آیتوں میں ہمارے لیے چند عبرت کی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں، میں اس کو بیان کردوں، بہت ہی زبردست اور ایک فطری قانون اللہ تعالیٰ نے اس میں بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

اگر کسی بہن کی زندگی میں نیکی اوراچھائی ہوتی ہے اورشریعت کے حکم پروہ چلنے والی ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے قانون کو پورا کرنے والی ہوتی ہے، تو اس کا ذہن اوراس کی سوچ بھی پاکیزہ ہوجاتی ہے تو وہ فطری طور پراپنے ہی جیسے نیک اورشریعت کے پابند مرد سے شادی کرنا پسند کرتی ہے، اگر کسی بہن کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے تو وہ بہن بھی شادی کے لیے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے مرد کو پسند کرتی ہے، اسی طرح اگر وہ بہن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنتوں سے محبت کرتی ہے، تو وہ سنتوں کے پابند مرد کے ساتھ شادی کرنا پسند کرے گی، اگر کسی بہن کا(character) اچھااور پاکیزہ ہوتا ہے تو وہ بھی ایسے ہی اچھے 'کیریکٹر' اوراچھے اخلاق والے مرد سے شادی کرنا پسند کرے گی۔

اسی طرح اگر کسی بہن نے اپنی زندگی کو بدفعلی اور زناکاری سے بچایا ہواور اپنے آپ کو گناہ سے بچایا ہوتو شادی بھی ایسے مرد کے ساتھ پسند کرے گی جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا ہو۔

لیکن اگر کسی بہن کی زندگی اور لائن خراب ہے تو وہ بہن ایسے ہی گندے اور گناہ کرنے والے مرد کو پسند کرتی ہے، اس کا دل اوراس کی طبیعت ایسے ہی مرد کے

ساتھ لگتی ہے۔

ایک عجیب فطری قانون

بہر حال! اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک عجیب فطری قانون بیان فرمایا ہے کہ انسان کی رغبت اور اس کی پسند (Choice) بھی اپنے جیسے کی طرح ہوتی ہے، اگر خود اچھی ہے تو پھر اس کی پسند بھی اچھی اور نیک ہوتی ہے اور اگر وہ خراب ہے تو اس کی پسند بھی ایسے ہی خراب مردوں کی طرف ہوگی۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ جیسی تلاش ہوتی ہے ویسا ہی ملتا ہے، اس آیت میں ہمارے لیے ایک بہت بڑا سبق اور نصیحت ہے۔

میری بہنو! اللہ نہ کرے اگر ہمارے اخلاق و عادات خراب ہو گئے تو پھر ہمارا دل یہ چاہے گا کہ ایسے ہی مرد کے ساتھ شادی کریں۔

اس لیے جن بہنوں کی زندگی میں نماز، پردہ اور دین داری ہے وہ ایسے ہی دین دار شوہر کو تلاش کرتی ہیں، جو بہن اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے زندگی گزارتی ہے وہ ایسا ہی چاہتی ہے کہ مجھے بھی ایسا شوہر ملے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہو اور جس عورت کی زندگی فیشن والی اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہے، وہ ایسا ہی فیشن پرست، آوارہ اور آزاد شوہر تلاش کرتی ہے۔

اسی طرح جس کی زندگی میں پردہ نہیں ہے، وہ ایسا ہی سوچتی ہے کہ مجھے ایسا شوہر ملے کہ اس کے چہرے پر شرعی ڈاڑھی نہ ہو، شریعت کے قانون کے خلاف لباس پہننے والا ہو۔

جوڑا بھی چاہت کے مطابق ملتا ہے

اس لیے جیسی تمھاری چاہت ہوگی ویسی ہی تمھاری زندگی ہوگی اور اسی کے مطابق Life partner جوڑا تلاش کیا جاتا ہے، اور ویسا ملتا بھی ہے۔

ہم رات دن دنیا میں دیکھتے ہیں اور ایسے قصے سامنے آتے رہتے ہیں، ہماری بہت ساری بہنیں ڈاڑھی والا شوہر دیکھ کر اس سے شادی کرنے سے انکار کرتی ہیں، اسی طرح اگر کوئی دین دار ہے، کُرتا، اِزار، اسلامی لباس پہنا ہوا ہوتا ہے تو ہماری بہن یہ سوچ کر شادی سے انکار کرتی ہے کہ اگر اس کے ساتھ میں شادی کروں گی تو مجھے بھی دین دار بننا پڑے گا، پردہ کرنا پڑے گا، یہ خیال کر کے شادی کرنے سے انکار کر دیتی ہے؛ کیوں کہ بہت ساری ہماری بہنیں شریعت پر عمل کرنے کو قید خانہ سمجھتی ہیں، ہم کو تو ایسا شوہر چاہیے جو ہم کو فیشن والی زندگی گزارنے دے، بغیر پردے ہم کو تفریح میں لے جائے اور ہمارے لیے ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ خرید کر لا کر دیوے۔

جو شوہر اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کرے وہ تم کو کیسے راضی کرے گا

میری بہنو! جیسی سوچ ایسی پسند؛ لیکن ایک بات قاعدے کی یاد رکھو! بہت کام آئے گی، یہ بات خاص کر میں اپنی کنواری بہنوں کو کہتا ہوں کہ: اگر تم نے ایسا فیشن پرست شوہر پسند کیا کہ جس کی زندگی بے کار گزر رہی ہو اور اس کے چہرے پر ڈاڑھی نہ ہو، وہ آوارہ پھرتا ہو، آزاد زندگی گزارتا ہو، شریعت کے قانون پر عمل نہ کرے تو:

وہ شوہر جو اللہ تعالیٰ کو کو راضی نہیں کرتا وہ بیوی کو کیسے راضی کرے گا؟

جو اپنے پیدا کرنے والے کو راضی نہیں کرتا وہ ہونے والی بیوی کو کیسے راضی رکھ سکتا ہے؟

جو اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مانتا ہے وہ اپنی بیوی کا کیا حق ادا کرے گا؟

یہ بہت بڑا Point آپ کو سوچنے کے لیے دیا ہے، اس کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا کہ جو شوہر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا غدار ہے، وہ کبھی بھی بیوی کا وفادار نہیں ہو سکتا۔

جو رزق دینے والے اللہ تعالیٰ سے وفاداری نہیں کر سکتا وہ اپنی بیوی سے بھی وفاداری نہیں کر سکتا ہے، چاہے شادی سے پہلے کتنے ہی بناوٹی اور دھوکے کے جھوٹے وعدے پھنسانے کے لیے کر گیا ہو۔

شادی سے پہلے ہونے والے وعدوں پر ایک لطیفہ

بعض نوجوان شادی سے قبل لڑکیوں سے ناجائز تعلقات قائم کرتے ہیں، اس وقت وہ لڑکا اس لڑکی کو پھنسانے کے لیے عجیب عجیب ناممکن چیزوں تک کے وعدے کرتا ہے، بعض مرتبہ کہتا ہے: تیرے لیے تو میں آسمان کے تارے توڑ کر لاؤں گا وغیرہ۔

میں اس پر کہتا ہوں کہ شادی کے بعد تارے کی ضرورت نہیں، تیل کا ڈبہ وقت پر لاتے رہنا تو کافی ہے۔

کوئی کہتا ہے: تیرے لیے تاج محل بناؤں گا۔

ارے بھائی! شادی کے بعد ایک سیدھا سادہ فلیٹ یا مکان کا انتظام کر دینا بیوی کے لیے کافی ہو جائے گا۔

ناجائز تعلقات (Love) پر ایک نکتہ

ہمارے نوجوان بھائی، بہن شادی سے پہلے کسی اجنبی مرد، عورت سے ناجائز محبت کرتے ہیں، اور جیسا آپ کو معلوم ہے کہ منگنی ہو جاوے، رشتہ طے ہو جاوے، پھر بھی نکاح سے پہلے تو وہ لڑکی پرائی ہی ہے، اس سے تعلق رکھنا گناہ ہے، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ:

No Love Before Marriage But Love After Marriage

یعنی محبت شادی سے پہلے نہیں، شادی کے بعد ہونی چاہیے، ان شاء اللہ! شادی کے بعد والی محبت میں ثواب بھی ملے گا۔

پسندیدگی دین داری کی وجہ سے ہونی چاہیے

ہمیشہ اپنی پسند دین دار شوہر کے لیے ہونی چاہیے؛ اس لیے کہ دین دار مرد سے اگر آپ کا نکاح ہوگا تو کبھی بھی وہ آپ پر ظلم نہیں کرے گا؛ بلکہ وہ حقوق اچھی طرح ادا کرے گا اور اگر کسی نامناسب مرد کے ساتھ تمھارا رشتہ ہو گیا ہے تو اس کے حق میں دعا کرو اور شادی کے بعد اس پر محنت کرو کہ وہ بھی دین دار بن جائے، اس کے چہرے پر ڈاڑھی آ جائے، سنت کے مطابق لباس پہننے والا بن جائے، جب وہ اللہ کا فرماں بردار بن جائے گا تو پھر وہ آپ کے حقوق کو بھی اچھی طرح ادا کرے گا، کبھی تکلیف نہیں دے گا۔

ناجائز تعلق گناہ ہے

میری بہنو! معافی کے ساتھ میں ایک بات آپ کو بتا دوں کہ بہت ساری ہماری

بہنیں شادی سے پہلے ناجائز تعلق میں ملوّث ہوجاتی ہیں، یہ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور یہ بہت ہی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے، اس بات کو سمجھ لو کہ جو لڑکا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کسی سے غلط تعلق قائم کرے، کیا وہ کبھی اس کو راحت اور آرام دے سکتا ہے؟ کبھی نہیں، وہ اس کو پریشان ہی کرے گا۔

اجنبی عورتوں کے ساتھ حرام چیزیں

شریعت میں کسی پرائی عورت کو دیکھنا، اس سے ملنا، اس سے بات کرنا، اس کی طرف چل کر جانا، اس کے ساتھ فون پر بات کرنا، ''ای میل'' سے اس کے ساتھ تعلق میں رہنا، اسی طرح ''ٹیکس میسیج'' (sms) بھیجنا، انٹرنیٹ پر اس سے چیٹینگ کرنا، اور ایک پرائی لڑکی سے کسی طرح کا بھی رابطہ اور تعلق رکھنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اس سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتے ہیں۔

میری بہنو! اللہ تعالیٰ کے واسطے ایسے گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ، یہ بہت ہی بے حیائی کا کام ہے، اگر کسی سے ایسا گناہ ہوگیا ہو، تو دو رکعت توبہ کی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیوے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب روئے۔

ایک اور حرام چیز

اسی کے ساتھ اور ایک بات آپ کو بتادوں کہ ہماری بہت ساری بہنیں منگنی کے بعد اپنے مستقبل (Future) میں ہونے والے شوہر کے ساتھ بات چیت شروع کردیتی ہیں، میری بہنو! یہ بھی حرام اور کبیرہ گناہ ہے؛ اس لیے کہ منگنی کوئی حقیقت نہیں

رکھتی ہے؛ لیکن لوگ منگنی کو آدھا نکاح (Half marriage) سمجھتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے؛ اس لیے کہ منگنی یہ تو نکاح کا ایک وعدہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے؛ اس لیے منگنی کے بعد بات چیت وغیرہ کرنا سب حرام ہے۔

اللہ کو ناراض کر کے سکون نہیں مل سکتا

اگر کسی میں یہ عادت ہو تو اس کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، تو پھر ان شاء اللہ! شادی کے بعد دونوں میں اللہ تعالیٰ محبت، چین، سکون عطا فرمائے گا، دنیا میں کوئی بھی آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کر کے چین سکون کی زندگی نہیں گزار سکتا۔

قرآنِ کریم کی ایک عجیب بات

قرآنِ مجید میں آئی ہوئی یہ عجیب بات ہے، جس کا نتیجہ میں عرض کرتا ہوں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والو! عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے سے پہلے سوچ لو کہ ان کے شوہر کون ہیں؟ ہم نے ان کی شادی کس کے ساتھ کرائی ہے؟ جس عائشہ کے شوہر حضرت نبیٔ کریم ﷺ جیسے معصوم اور پاک انسان ہوں، تو وہ عائشہ بھی کیسی پاک ہوگی!!!

شادی کے بعد عورت کا سب سے پہلا کام

شادی کے بعد سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ بیوی اپنے شوہر کی نیک کام کرنے میں مدد کرے اور گناہ سے بچانے میں بھی اس کی مدد کرے، اپنے شوہر کو سمجھا

کر کسی بھی طرح نمازی بنانے کی کوشش کرے، اسی طرح اس کو اسلامی لباس، شرعی ڈاڑھی رکھنے اور اچھی عادتیں اپنانے کے لیے سمجھاوے اور حرام کام کو چھوڑنے اور فلم وغیرہ کی عادت چُھڑوانے کی بھی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ نے عورت کی بات میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ شوہر کو سمجھائے تو وہ مان لیتا ہے۔

ساتھ ہی شوہر کے حق میں دعا بھی کرو، شوہر نیک بن جاوے گا، اور دینی محنت کرنے کا بہت بڑا ثواب ان شاء اللہ! آپ کو ملے گا۔

نبی کی بیوی کافرہ ہوسکتی ہے، زنا کار نہیں ہوسکتی

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھیں، ایمان نہیں لائی تھیں اور اُس زمانے میں یہ بات جائز تھی کہ کافر عورت کے ساتھ کوئی نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا تھا؛ لیکن ہماری شریعت میں اب اس طرح نکاح کرنا حرام ہو گیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کو بیان کیا ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُ الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ کسی کافرہ کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آوے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اگر چہ کافرہ تھی؛ لیکن بہت سارے سیرت لکھنے والے محدثین، مفسرین فرماتے ہیں کہ: نبی کی بیوی کافرہ تو ہوئی ہے؛ لیکن کسی بھی نبی کی بیوی زنا کار نہیں ہوئی ہے؛ کیوں کہ زنا ایسی چیز ہے کہ اس سے نسب اور خاندان یہ سب برباد ہو جاتا ہے۔

پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے

میں رات دن یہ دیکھتا رہتا ہوں کہ ہمارے یہاں انڈیا میں جب کوئی لڑکا باہر

کے ملک سے شادی کے لیے آتا ہے تو اگر وہ آؤٹ لائن لڑکا ہوتا ہے، تو وہ ایسی ہی فیشن پرست اور آؤٹ لائن لڑکی کی تلاش کرتا ہے، اس کو دین دار اور پردے میں رہنے والی لڑکی پسند نہیں آتی، اسی طرح لڑکی کا حال ہے اگر وہ آؤٹ لائن ہے، ٹی شرٹ، جنس پینٹ پہننے والی ہوتی ہے تو ایسا ہی شوہر تلاش کرتی ہے، یہ سب اس فطری قانون کا نظارہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری سوچ اور ہماری زندگیوں کو نیک اور اچھا بنادے، آمین۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

ایک دوسری بہت بڑی بات اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَكُمْ ؕ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں بڑے درجے والے ہیں اور مال میں وسعت والے ہیں وہ ایسی قسم نہ کھالیویں کہ وہ رشتہ داروں کو اور محتاجوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے؛ بلکہ (ایسے لوگوں کا) قصور معاف کردیں اور ان کو جانے دیں، کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کردے؟ اور اللہ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصہ بیان ہوگیا اور ان کے پاک ہونے کا اعلان بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ابا جان حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو بہت رنج ہوا، باپ کا دل بیٹی کی تکلیف کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دل میں بیٹی کی عجیب محبت رکھی ہے۔

ساسوؤں کو ایک نصیحت

میں عام طور پر ساسوؤں کو کہا کرتا ہوں کہ: اللہ کے واسطے بہو کو تکلیف مت دو، آج تم بہو؛ یعنی دوسرے کی بیٹی کو تکلیف دوگی، پریشان کروگی تو کل تمھاری بیٹی بھی کسی کے یہاں بہو بن کر جائے گی اس دن کو سوچو!

اگر تم کسی کی بیٹی کو اچھی طرح رکھو گے تو تمھاری بیٹی بھی جب بہو بن کر جائے گی تو اس کو بھی اچھی طرح رکھا جاوے گا، بہو کو نوکرانی نہیں سمجھنا چاہیے؛ بلکہ اس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیے، ہماری شریعت میں کسی کو بلا وجہ تکلیف دینا حرام ہے۔

بہو کو ایک نصیحت

اسی طرح بہو کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ساس کو نہ ستائے، وہ اس کو اپنی ماں سمجھے اور اس کی خدمت کرے تو ان شاء اللہ! ان کی زندگی خوشی اور محبت کے ساتھ گزرے گی، غرض یہ کہ ساس بہو کو بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اور بہو ساس کو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت کرے۔

شادی کے بعد فوری الگ ہونے کا مزاج

آج کل ایک بڑی بلا چل پڑی ہے کہ ابھی شادی ہوئی ہے اور دوسری طرف

بہو کا دل یہ چاہتا ہے کہ الگ رہنے چلی جائے، اور بہت سی لڑکیاں تو شادی سے پہلے ہی الگ رہنے کی شرط لگا دیتی ہیں، یہ مناسب بات نہیں ہے، ساس خسر کے تجربات سے فائدہ اٹھاوے، ان سے کچھ سیکھے، ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں حاصل کرے، آج تم ان کے بڑھاپے میں ان کی خدمت کروگی تو کل تمھاری بہو تمھاری خدمت کرے گی، اور اس طرح اجتماعی طور پر ساتھ رہیں تو اس میں دیور اور جیٹھ سے پردہ کا خصوصی اہتمام کیا جائے؛ اس لیے کہ وہ دونوں غیر محرم ہیں۔

بیرون ملک کا المیہ

سنا ہے کہ انگلینڈ وغیرہ میں بعض لڑکیاں شادی سے پہلے اپنے ہونے والے شوہر پر خود سے سوال کرتی ہیں، گھر میں کتنی Dustbin ہیں؛ یعنی بوڑھے کتنے ہیں، بہت ہی افسوس کی بات ہے، جس اسلامی معاشرہ اور سماج کے ستون ادب، احترام اور خدمت ہیں اس پاکیزہ معاشرے میں اس طرح کہ سوال کیے جاویں، ان سے نفرت کا اظہار کریں، بس! اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرماوے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رنج

بہر حال! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو بہت تکلیف پہنچی کہ میری بیٹی بے گناہ تھی، اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، پھر بھی میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی، باپ کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا، اب قدرتی بات ہے کہ تہمت لگانے والوں میں جو منافق تھے ان کو چھوڑ کر تین بھولے بھالے مسلمان بھی تھے جو منافقین کی بات میں آ کر تہمت لگانے

میں شامل ہو گئے تھے، ان میں ایک حضرت مسطح رضی اللہ عنہ تھے، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بہت قریبی رشتے دار تھے۔

رشتے دار یا ریشہ دواں

عربی میں ایک کہاوت ہے: بَعْضُ الْأَقَارِبِ كَالْعَقَارِبِ (ایک ''الف'' کے ساتھ اور ایک ''عین'' کے ساتھ) یعنی بعض رشتے دار سانپ بچھو کی طرح ہوتے ہیں، جو رشتے داری کے باوجود پریشان کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے رشتے داروں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور ان کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

غریب رشتہ داروں کی فکر کرو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر واقعہ کا اثر

بہر حال! یہ صحابی حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بہت ہی غریب آدمی تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے قریبی رشتے دار تھے اس لیے ان کا پورا خیال رکھتے تھے، ان کا خرچہ پانی وغیرہ بہت پابندی کے ساتھ ان کو پہنچایا کرتے تھے، اس سے ہم کو ایک بات یہ بھی سیکھنے ملی کہ اگر ہمارے رشتے میں کوئی غریب، مسکین ہو تو اس کے خرچے کی فکر کرنی چاہیے۔

رشتے داروں کو دینے کا ڈبل ثواب

جس طرح ہم دوسرے غریبوں کو دیتے ہیں اسی طرح ہمارے رشتہ دار غریب ہوں تو اس کا زیادہ حق ہے کہ ہم اس کو نفل صدقہ، زکوٰۃ دیں؛ کیوں کہ رشتے دار کو دینے میں ڈبل ثواب ملتا ہے: ایک صدقہ دینے کا ثواب اور دوسرا رشتے داری کے حق کو

نبھانے کا؛اس لیے اپنے چچا کے لڑکوں میں، پھوپھی کے لڑکوں میں، خالہ کی اولاد میں، بھائی بہنوں میں کوئی غریب ہوتو ان کا خیال رکھا کرو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے خرچے کو بند کرنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا پورا خرچہ دیا کرتے تھے؛لیکن اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسطح رضی اللہ عنہ کو ان کا خرچہ دینا بند کردیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو حیثیتیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں دو حیثیتیں تھیں:

ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔

دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہونے کی وجہ سے ام المؤمنین بھی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تہمت کے معاملے میں جو حضرت مطسح رضی اللہ عنہ کا خرچہ بند کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور امت کی ماں ہونے کی وجہ سے کیا، یہ بھی ایک عشق و محبت کا حصہ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مثالی عمل

اس میں بھی غور کرنے کا مقام ہے،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرچہ کب بند کیا؟ تہمت کے زمانے میں نہیں؛ بلکہ جب براءت نازل ہوگئی،فیصلہ ہوگیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے گناہ ہیں،تب جا کر خرچہ بند کیا اور قسم کھائی کہ میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچہ نہیں دوں گا۔

سزا اور سفارش

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں بڑے درجے والے ہیں اور مال میں وسعت والے ہیں وہ ایسی قسم نہ کھالیویں کہ وہ رشتہ داروں کو اور محتاجوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے؛ بلکہ (ایسے لوگوں کا) قصور معاف کر دیں اور ان کو جانے دیں، کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے؟ اور اللہ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

بزرگی کا تقاضا معاف کرنا ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بڑے درجے والے اور بزرگی والے لوگ ہیں، مراد اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، عمومی طور پر باقی نصیحت پوری امت کو ہے، اللہ تعالیٰ نے جن کو اونچا مقام دیا ہے، بزرگی دی ہے، ان کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتے داروں کو خرچہ دیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنھوں نے ہجرت کی ان کو خرچہ دو اور جن لوگوں نے غلطی کی ہے ان کو معاف کر دو، مثلاً حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے غلطی کی؛ لیکن بزرگی اور بڑے پن

کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کو معاف کردو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت قرآن میں

اس آیت میں ”اُولوا الفضل“ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، خود اللہ تعالیٰ جن کو فضیلت اور بزرگی والا بتادیویں اس انسان کا مرتبہ کتنا اونچا ہوگا!!!

دوسری ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِذْ هُمَا فِيْ الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعْنَا.

ترجمہ: جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ: غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہیں۔

اِس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونا صاف لفظوں میں بتا دیا گیا؛ اس لیے جو آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صحابی نہ مانے وہ ایمان والا نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کو معافی پسند ہے

﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا﴾ معاف کردو اور درگزر کرو اور پھر آگے فرماتے ہیں: ﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ کیا تم کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے؟

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ: اے میرے پیارے ابوبکر! مسطح رضی اللہ عنہ نے تمھاری بیٹی پر تہمت لگائی ہے، امت کی ماں پر تہمت لگائی ہے اور اس کا تم کو بہت رنج ہوا ہے اور اس کی وجہ سے تم نے ان کو خرچہ نہ دینے کی قسم کھالی ہے، تم ان کو معاف کردو اور ان کا خرچہ دینا شروع کردو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم توڑ دی

دیکھو میری بہنو! اللہ تعالیٰ ہم کو کیسے اخلاق سکھا رہے ہیں؟

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا تو قسم توڑ دی اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا خرچہ دینا شروع کر دیا اور اپنی زبان سے کہنے لگے کہ:

بَلٰى! وَاللّٰهِ إِنِي أُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ تَعَالىٰ لِي.

ہاں! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ کو معاف کر دے۔ ساتھ میں قسم کھالی کہ آج کے بعد کبھی خرچہ بند نہیں کروں گا۔

دو بڑی باتیں

ایک تو حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اطاعت کا جذبہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کے حکم پر مر مٹنے کا جذبہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری چیز آیت کے ذریعہ بتلا دی تو فوراً قسم توڑ دی اور خرچہ جاری کر دیا، ایک مؤمن کے لیے اللہ تعالیٰ کی چاہت اور مرضی سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات خود باری تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی دیکھو کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ سے بھولے پن میں ایک غلطی ہو گئی تو اس کی سزا بھی آئی اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سفارش بھی فرما دی، اور خرچہ جاری کروا دیا۔

میری بہنو! سوچو! جس رشتے دار نے ستایا اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ ان کو بھی معاف کر دو، اور انھوں نے اس حکم کو پورا کر کے دکھایا اور قسم کا کفارہ بھی ادا کر دیا۔

عورتوں کے نام ایک خاص بات

میری بہنو! بہت دھیان سے اس پوائنٹ کو سمجھو کہ جس رشتے دار نے ہم کو ستایا ہم اس کو پوری زندگی دل میں لیے نہ پھریں؛ بلکہ اس کو معاف کر کے اس کے ساتھ اچھا تعلق شروع کریں، اس کے ساتھ محبت سے پیش آویں، اگر اس دوسرے سے غلطی ہوگئی ہے تو ہم کیوں غلطی کریں؟ ایک ایمان والی عورت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو معاف کردے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے اور یہی اسلامی اخلاق ہیں۔

اللہ تعالیٰ معاف فرماوے! آج ہمارے سماج میں کیسی بُرائی ہے کہ کسی بہن یا رشتے دار کے ساتھ معمولی جھگڑا ہوگیا تو سالہا سال گزر جاتے ہیں ہم اس سے اپنا تعلق قائم نہیں کرتے، اور اس سے بات چیت بند کردیتے ہیں۔

قطع رحمی کی وعید

میری بہنو! ایسی عادت اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے، میں آپ کو ایک بات بتلادوں اس کو دل میں اتارلو، اگر آپ قطع رحمی کروگی؛ یعنی کسی رشتے دار سے بلا وجہ تعلق توڑدوگی تو یاد رکھو کہ اس طرح تعلق توڑنے والوں کی شبِ قدر میں بھی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں کرتا، ممکن ہے کہ آنے والی رات شبِ قدر ہو، ستائیسویں (۲۷) رات شبِ قدر ہوسکتی ہے۔

ایک درد بھری درخواست

میری بہنو! کیا آپ چاہتی ہو کہ اس رات میں تمھاری مغفرت ہوجائے، یقیناً

ہم سب چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمادے اور ہمارے گناہوں کو معاف کردے، میں آپ سے دردِدل کے ساتھ ایک درخواست کرتا ہوں کہ اگر کسی رشتے دار، یا کسی بہن سے آپ کی بات چیت بند ہو، یا اس سے تعلق توڑ دیا ہے تو آج اسی مجلس سے نکلنے سے پہلے سلام کر کے بات چیت کر کے جاؤ؛ تاکہ آج کی رات اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمادے، اللہ کو خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو نیچا کردو۔

تواضع درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے

جو بہن سامنے چل کر سلام اور ملاقات میں شروعات کرے گی اس کو ثواب زیادہ ملے گا، حدیث میں آتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے واسطے جُھک جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اونچا کرتا ہے۔ میری یہ چاہت ہے کہ آج آپ یہ کام کر کے جاؤ، جس اخلاص اور محبت سے ملاوی (Malawi) کے مسلمان مجھے بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی محبت کا بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا کرے، میں چاہتا ہوں کہ یہاں رہنے والے تمام مسلمان بھائی بہن آپس میں خوب محبت سے رہیں، کوئی کسی سے ناراض نہ رہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا درجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

ایک بات اور بھی سنو! اِن تین بھولے بھالے مسلمانوں میں ایک حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ بھی بڑے صحابی تھے اور شاعر تھے، انھوں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت اچھے اچھے اشعار پڑھے ہیں۔

ایسے زبردست شاعر تھے کہ جب کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بُرائی اور بے ادبی میں

اشعار کہتے تھے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کو زبردست اشعار سے جواب دیتے تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے اور لاڈلے شاعر سمجھے جاتے تھے، ان کی شاعری کتاب کی شکل میں چھپی ہوئی ہے جس کا نام ہے ''دیوانِ حسان بن ثابت'' جو عربی زبان میں ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں شامل تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جانتی بھی تھیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی تہمت لگانے میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا دل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا بنا دے

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دریا دلی دیکھو، اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ ایسا دل ہماری تمام بہنوں کا بنا دے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کے پاس ملاقات کے لیے آتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں بہت عزت سے (پورے شرعی پردے کے ساتھ) گھر میں بٹھاتیں، بخاری شریف کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے کہا بھی کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو کیوں تمھارے پاس آنے کی اجازت دیتی ہو؟ ان کو روک دینا چاہیے۔

کہنے والے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ تہمت والے واقعہ میں شامل تھے؛ اس لیے ان سے تعلق مت رکھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جواب دیتی ہیں: کافر لوگ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتے، بُری شاعری آپ کے لیے کہتے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کی بری شاعری کا جواب دیتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع (Difence) کرتے تھے۔

میری بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل ہم کو دعوت دیتا ہے کہ جس نے غلطی کی ہو اور جس نے ہم کو ستایا ہو اس کو معاف کر دو اور اس کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاقِ عالیہ

روایت میں ہے کہ اگر کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی برائی کرتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس برائی کرنے کو بالکل پسند نہ کرتیں؛ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو معاف کر دیا۔

دیکھو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل کیسا تھا، ان کے خلاف کسی کو بولنے بھی نہیں دیتی تھیں جب کہ حسان رضی اللہ عنہ سے بھی غلطی ہوئی تھی، اب ہم اپنے حالات کے بارے میں سوچیں کہ اگر ہم کو کسی نے ستایا ہو تو ہم اس کی بُرائی کرنے میں پہلے نمبر پر ہو جاتے ہیں، اور جب کوئی اس کی برائی ہمارے سامنے کرے گا تو ہم خوش ہوں گے، جب کہ یہ اسلامی اخلاق نہیں ہے، ہمارا کام ہے کہ ہم اس کو معاف کر دیں۔

رشتے داروں سے صلہ رحمی

ایک حدیث آپ کو بتادوں، اللہ کرے اس حدیث پر میرا اور آپ سب کا عمل ہو جائے، کوئی رشتے دار ہمارے ساتھ صلہ رحمی کرے؛ یعنی رشتے داری کو نبھائے، اس کا حق ادا کرے، وہ آپ کے ساتھ اچھا تعلق رکھے اور اس کے بدلے میں تم بھی اس کے ساتھ اچھا تعلق کرو، تو یہ کوئی اونچے کمال کی بات نہیں ہے، ایسا کرنا تو عام ہے، کمال تو یہ ہے جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

کوئی رشتے دار ہمارے ساتھ تعلق کو توڑے، تو ہم اس کے ساتھ تعلق جوڑیں اور محبت کا معاملہ کریں، جو رشتے داری کو کاٹے ہم اس کو جوڑیں۔

میری بہنو! اپنے دلوں کو ایسی گندگی سے پاک کردو، کسی کے بارے میں کوئی بُرائی، عداوت اپنے دل میں نہ رکھو، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑو؛ اس لیے اسی مجلس میں آپسی سلام، مصافحہ کرکے جاؤ۔

قطع رحمی کی وعید

ایک حدیث اور بتادوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا حاصل یہ ہے کہ: جس قوم میں ایک مرد یا ایک عورت ایسی ہو جو قطع رحمی کرے؛ یعنی جو رشتے داری کے تعلق کو کاٹنے والی ہو تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے، پوری قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتی ہے۔

صرف ایک آدمی کی وجہ سے بھی پوری قوم رحمت سے محروم ہو جاتی ہے اور آج تو گھر گھر میں رشتے کٹے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر کیسے آئے گی؟ اس لیے ہم اس گناہ کو چھوڑ دیں پھر دیکھو! اللہ تعالیٰ آپس میں کیسی محبت عطا کرتا ہے۔

عورت کیسی ہو؟

ان آیتوں میں سے ایک آیت یہ بھی تھی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی، ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اِس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی تین خوبیاں، تین کمال بیان کیے ہیں:

(۱) الْمُحْصَنٰتِ؛ یعنی پاک دامن، جس کی زندگی حرام کام، زنا سے پاک ہو۔

(۲) الْغٰفِلٰتِ؛ یعنی جو گناہ کے ارادے سے بھی پاک ہو اور ایسے گندے کاموں کی اس کو خبر تک نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کو عورتوں کا ایسا بھولا پن پسند ہے؛ اس لیے آیت میں ''غافلات'' کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، اس پر تھوڑی بات کر دوں کہ عورت کی یہ خوبی اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی ہے کہ عورت ''محصنات اور غافلات'' ہو۔

عورتوں کو زیادہ تعلیم دینا اچھا نہیں ہے

اسی آیت کے حوالے سے ایک بات اور کہہ دوں کہ: لڑکیوں کو زیادہ تعلیم (Education) دینا یہ بھی اچھی چیز نہیں ہے کہ لڑکیوں کو لوگ کالجوں میں بھیج کر ان کو ڈگریاں حاصل کرائیں؛ کیوں کہ آج کل کالج اور اسکولوں کا جو ماحول ہے اس کو آپ خوب اچھی طرح جانتی ہوں کہ بے حیائی، بے پردگی اور گناہ عام ہے، ایسے ماحول میں ایسی اونچی اونچی ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

عورتوں کو پردے کے ساتھ تعلیم دینا درست ہے

ہاں! اگر کسی جگہ دین داری کا ماحول ہو اور پردے کا نظم ہو، اسلامی شریعت کے قوانین کا پورا لحاظ ہو تو ہم لڑکیوں کو پردے کے ساتھ 'گائینک' (Gaenik) بنائیں تو اچھی بات ہے؛ اس لیے کہ عورتوں کو عورتوں کے لائن کی بیماریاں، عورتوں کی ولادت کے مسائل وغیرہ میں مدد ہو سکے؛ اس لیے اس طرح اچھے ماحول میں ڈاکٹری کروا دیویں،

اس کے علاوہ دوسری ڈِگریاں دلوانا اور اس کے لیے کالجوں کے بے حیائی والے ماحول میں رکھ کر تعلیم حاصل کروانا، یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔

آگے تیسری صفت بیان فرمائی:

③ الْمُؤْمِنٰتِ؛ یعنی جن کے دلوں میں ایمان مضبوط ہو۔

یہ تین صفتیں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ اس واقعے میں جتنی نصیحتیں اور عبرت کی باتیں بیان کی ہیں اس پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

شیعہ کا عقیدہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ کہ ان پر زنا کی تہمت لگائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے پاک ہونے کا اعلان بھی کر دیا؛ لیکن دنیا میں ایک جماعت ہے جو شیعہ کے نام سے مشہور ہے، یہ جماعت آج بھی یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نَعُوْذُ بِاللهِ! غلط کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے غلط عقیدوں سے ہماری حفاظت فرمائے، وہ انسان کیسا بد بخت ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زنا کا عقیدہ رکھے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں شیعہ لوگوں کی بدتمیزیاں

بلکہ ہم کو تو اچھی طرح معلوم ہے کہ شیعہ لوگ اپنی مجلسوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ ان پر لعنت بھیجتے ہیں، اور ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نفرت اتنی زیادہ ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کا نام عائشہ نہیں رکھتے۔

اس لیے جو جماعت ایسے گندے عقیدے والی ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی رکھتی ہو تو ان کے سامنے صحیح بات رکھو، ان کو سمجھاؤ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ یہ عقیدہ رکھتے ہو ''آپ کا یہ عقیدہ غلط ہے''، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو پاک اور نیک تھیں، اگر ایسا ہی گندہ عقیدہ رکھو گے تو آپ کا ایمان باقی نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل اور مکمل ایمان نصیب فرمائے اور ایسے گندے عقیدے رکھنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کامل محبت عطا فرمائے، ان کے پاکیزہ طریقے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہماری دینی بہنوں کو جنت میں ان کی معیت عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

شانِ اہل اللہ

خدایاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے	نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ظلِّ رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر	انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے	انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں	پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے	اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

عورتوں کے

بناؤ سنگار کے مسائل

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: امت کے آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب آئیں گے:

① زمین میں دھنسا دیا جانا۔

② شکل وصورت کا بدل جانا۔

③ پتھروں کی بارش کا ہونا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا اس وقت نیک لوگ دنیا میں نہیں ہوں گے؟ حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ اس وقت موجود ہوں گے؛ لیکن اللہ کی نافرمانی جب ہونے لگے گی تو اللہ کے نیک بندے موجود ہونے کے باوجود بھی اللہ کا عذاب آئے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جب گانے والیاں بڑھ جائیں گی، اس زمانے میں بھی اللہ کی طرف سے خطرناک عذاب آئے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْكَ لَہ وَ نَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَ حَبِیْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَ رَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھلِ بَیْتِہٖ وَاَھلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِیْ الْحِلْیَۃِ وَھُوَ فِیْ الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ.(الزخرف:۱۸)

ترجمہ: اور کیا وہ (لڑکی) جو زیوروں میں پرورش پاتی ہے اور جو بحث ومباحثہ میں (عادتاً) اپنی بات صاف طوپر بتا بھی نہیں سکتی ﴿۱۸﴾

آج جمعہ کا دن ہے، پھر بھی یہ مجلس رکھی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائے، اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، کچھ سولات یہاں پہنچے ہیں ان کے جوابات بھی دینے ہیں؛ لیکن اس سے پہلے کچھ ضروری مسائل آپ کے سامنے پیش کردیتا ہوں؛ اس لیے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ جن کی باربار ضرورت پیش آتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دین کے احکام پر ہم سب کو صحیح سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دین کے متعلق ہر مؤمن کی تین ذمے داریاں ہیں:

① صحیح دین سیکھنا۔ ② اس پر عمل کرنا۔ ③ دوسروں کو پہنچانا۔

زمین میں زلزلہ کب آتا ہے؟

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امت میں بے حیائی، بے شرمی اور فحش کام ظاہر ہونے لگیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ زلزلہ کا عذاب امت پر بھیجیں گے۔

آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: امت کے آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب آئیں گے: (۱) زمین میں دھنسا دیا جانا۔ (۲) شکل وصورت کا بدل جانا۔ (۳) پتھروں کی بارش کا ہونا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا اس وقت نیک لوگ دنیا میں نہیں ہوں گے؟ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ اس وقت موجود ہوں گے؛ لیکن اللہ کی نافرمانی جب ہونے لگے گی تو اللہ کے نیک بندے موجود ہونے کے باوجود بھی اللہ کا عذاب آئے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جب گانے والیاں بڑھ جائیں گی، اس زمانے میں بھی اللہ کی طرف سے خطرناک عذاب آئے گا۔

جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ جو بدن دیا ہے وہ اللہ کی امانت ہے، ہم اس بدن کو جس طرح چاہیں استعمال نہیں کر سکتے، جس طرح چاہیں اس کی زیب وزینت،

اور نمائش نہیں کر سکتے۔

خودکشی حرام ہے

اس لیے جب کوئی مسلمان عورت یا مرد خودکشی کرے تو اللہ کے یہاں ہمیشہ کے لیے اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ ہمارے اس بدن میں ہم جس طرح چاہیں تصرف بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

عورت شریعت کی حد میں رہ کر زینت اختیار کرے

عورت کی ذات میں فطری اور طبعی طور پر زینت کی محبت رکھی ہوئی ہے، ہماری شریعت اتنی پاکیزہ ہے کہ وہ زینت کرنے سے عورتوں کو منع نہیں کرتی؛ لیکن اس کے لیے حد (Border) بتائی ہے۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی پاک بیوی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے زینت اختیار کرے اس کی مثال قیامت کے دن ایک اندھیرے کی طرح ہے۔

قیامت کے دن کا جو اندھیرا ہوگا اس میں ذرہ برابر روشنی نہیں ہوگی۔

اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بہنوں کے لیے زینت کرنا جائز ہے؛ لیکن شریعت میں اس کی حد یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لیے زینت اختیار کرے، ہماری بہنیں شوہر کے سامنے میلی کچیلی رہیں گی، گھر میں خادمہ اور نوکرانی کی طرح رہیں گی، بدن سے لہسن، پیاز، ادرک کی بدبو آتی ہوگی اور جب گھر سے باہر جانا ہو تو زیب و زینت، بناؤ سنگھار کے ساتھ جاویں گی، یہ غلط طریقہ ہے، گھر میں شوہر کے سامنے

زینت سے رہو، جب بھی وہ گھر سے باہر جاوے تو تمھاری یاد اس کو ستاوے اور جلدی وہ لوٹ کر گھر واپس آجاوے، اور تم جب بھی گھر سے باہر نکلو تو ایسی سادگی سے اسلامی پردہ کے ساتھ کہ کوئی تم کو نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔

بیوٹی پارلر جانا جائز نہیں ہے

آج کل بیوٹی پارلروں میں جانے کا رواج بڑھ رہا ہے، بیوٹی پارلر میں قسم قسم کے نقصانات ہیں، اس میں جو بیوٹیشین ہوتا ہے اگر وہ مرد ہے تو اس کے پاس جانا اور اس سے زینت کروانا شریعت میں ناجائز اور حرام ہے؛ اس لیے کہ عورت کا پورا بدن ستر؛ یعنی چھپانے کی چیز ہے، عورت کے لیے سر سے پیر تک ہر عضو کو پرائے مرد سے چھپانا ضروری ہے، اور اگر بیوٹیشین عورت ہے، اور وہ مسلمان نہیں ہے تو اس سے بھی زیب وزینت کروانا جائز نہیں، اور اگر وہ عورت مسلمان ہے تو جائز طریقے سے شریعت کی حد میں رہ کر زینت کروانے کی اجازت ہے۔

نیز اس میں کام کرنے والی جو عورتیں ہوتی ہیں وہ آزاد زندگی (Free life) گزارنے والی ہوتی ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہیں، ان کی ذہنیت اور سوچ غیروں کی طرح ہوتی ہے اور جو عورت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہو، اس سے زینت کروانا اور اپنے بدن پر اس کو ہاتھ لگانے دینا یہ ایمانی غیرت کے بالکل خلاف ہے۔

اسی طرح بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی جو عورتیں ہوتی ہیں عامۃً ان کا ایک شوہر نہیں ہوا کرتا اور جو عورت اس طرح کی ہو کہ ایک شوہر کو خوش کر کے ازدواجی حدود

میں رہ کر زندگی گزارنے کا اس کا مزاج نہیں ہے، وہ آپ کو ہرگز ایسا تیار نہیں کر سکتی جس سے آپ کے شوہر کا دل خوش ہو جائے؛ اس لیے بہنو! اگر بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی عورتیں بھی ہوں تو بھی ان کی آزاد زندگی کو دیکھ کر ان کے پاس جانا ایمانی غیرت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

میک اپ میں استعمال ہونے والی چیزوں کے جسمانی نقصانات

میک اپ کرنے اور سجانے کے لیے جو پاؤڈر یا کریم یا تیل استعمال کیا جاتا ہے اس میں ایسے خطرناک کیمیکل ہوتے ہیں کہ وہ آپ کے بالوں کو بہت جلد خراب کر دیتے ہیں، اس سے آپ کے بال دھیرے دھیرے گرنے لگتے ہیں، چمڑی کی اصل خوب صورتی آہستہ آہستہ کمزور ہو جاتی ہے، ایسی خطرناک کیمیکل والی دوائیں اپنی چمڑی اور بالوں پر استعمال کروانا یہ بھی تندرستی کے لحاظ سے ہرگز مناسب نہیں ہے۔

بیوٹی پارلر میں مالی نقصانات

اس میں جو فیس ادا کرنی ہوتی ہے یقیناً وہ فضول خرچی اور اسراف میں داخل ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور مال والی نعمت کی ناقدری ہے، اگر اتنے پیسے ہم بچا کر کسی غریب کو دے دیں تو ان شاء اللہ! اس کا بہت بڑا اجر اور ثواب ملے گا۔

زینت میں اسراف کے نقصانات

آج کل ہماری بہت ساری بہنوں کو فیشن والے کپڑے اور موبائل اور میک اپ میں فضول خرچی کی عادت ہو گئی ہے، جس کی وجہ سے باپ پر پیسوں کے لیے دباؤ

ڈالتی ہیں، شادی کے بعد شوہر کے لیے بوجھ بن جاتی ہیں اوراس کی وجہ سے جھگڑے وجود میں آتے ہیں؛ بلکہ بعض مرتبہ اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے دوسرے گناہوں کا راستہ اپنانے لگتی ہیں۔

اسی طرح ان چیزوں میں زیادہ مشغولی نماز، تلاوت، ذکر وغیرہ سے محرومی کا ذریعہ ہے؛ اس لیے ایسی بری عادت زندگی میں نہ آنے دیویں، شریعت نے آپ کو اجازت دی ہے کہ آپ اپنے آپ کو اچھا رکھو، اچھی طرح اپنے آپ کو سنوارو اور خاص کر اپنے شوہر کا دل خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو اچھا بناؤ۔

ایک مسئلہ

بہشتی زیور میں ''حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ'' نے مسئلہ لکھا ہے کہ: اگر کوئی عورت میلی کچیلی رہتی ہے اور شوہر کو نفرت ہوتی ہے، پھر شوہر اس کو حکم کرے کہ بن ٹھن کر رہو، بناؤ سنگھار سے رہو، تو اس وقت شوہر کی بات ماننا عورت کے لیے ضروری ہے، اگر اس وقت عورت شوہر کی بات نہ مانے تو ایسی صورت میں شوہر کو مارنے کی بھی اجازت ہے۔

اِس مسئلہ سے آپ اندازہ لگاؤ کہ شوہر کے سامنے تمھارا اچھا رہنا کتنی اچھی اور پسندیدہ بات ہے؛ لیکن بہت زیادہ اپنے آپ کو ٹِپ ٹاپ اور میک اپ میں رکھنا اور ہر وقت اسی میں آپ کا دھیان رہے اور اسی میں آپ کا خیال رہے یہ بھی اچھی بات نہیں ہے؛ اس لیے کہ ایک ایمان والی عورت کی زندگی بہت قیمتی ہے کہ اپنے اوقات میں وہ نماز، ذکر، اور قرآن کی تلاوت کرے، اللہ کی عبادت کرے؛ یعنی نیک کاموں میں

اپنے اوقات زیادہ لگائے، حاصل یہ ہے کہ ہر وقت زینت ہی کے پیچھے اپنے آپ کو لگانا بھی شریعت کی نظر میں پسند نہیں۔

بال کٹوانا شریعت کی رو سے جائز نہیں

بہنو! بہت سارے ضروری مسائل میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ بہت ساری عورتیں اپنے سر کے بال کٹواتی ہیں، چاہے بال زیادہ کٹائیں چاہے سیٹنگ کے لیے تھوڑے تھوڑے کٹائیں، اس طرح بال کٹوانا چاہے سامنے سے ہو یا آس پاس سے، یا پیچھے سے، کسی طرح شریعت میں جائز نہیں ہے، اگر شوہر بال کٹوانے کا حکم کرے تب بھی شوہر کی بات ماننا جائز نہیں ہے، شریعت میں قانون ہے: لَاطَاعَةَ لمخلوقٍ في معصية الخالق. یعنی جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو ایسی بات میں کسی مخلوق کی بات نہ مانی جائے، چاہے شوہر ہو چاہے باپ ہو، شریعت کے قانون کے خلاف ان کی بات کو مت مانو؛ اس لیے کہ اللہ کا حکم پہلے اور شوہر کا حکم بعد میں ہے۔

بے پردہ باہر نکلنا

اگر شوہر تم کو حکم کرے کہ تم بغیر پردے کے باہر جاؤ تب بھی اس کی بات مت مانو، آج کل بہت ساری عورتیں اپنے شوہر کے ساتھ تفریح کے لیے یا کسی ضرورت سے باہر نکلتی ہیں اور وہ بن ٹھن کر نکلتی ہیں، یہ غلط بات ہے، خاص کر دو پہیے والی گاڑی، بائک پر شوہر کے ساتھ بیٹھ کر جاوے، اس میں پیچھے وہ عورت ہو، بال ہوا میں اڑ رہے ہوں اور بیٹھنے کا انداز بھی بے حیائی والا ہو، یہ سب غلط کام ہیں، شریعت میں ایسے کاموں کو

پسند نہیں کیا گیا ہے، ہمارے محترم یوسف بھائی گودھرا والے ثم بارڈولی والے (خلیفۂ مجاز حضرت شیخ قمر الزماں الہ آبادی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ: وہ جو بندری کی طرح چمٹ کر جاتی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ گاڑی پر کیسے قابو ہوتا ہے۔

یہ بیٹھنے کا انداز بھی نہایت بے حیائی والا ہے، ایسی حرکت گناہ کا کام ہے، اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

مردوں جیسے کپڑے

اسی طرح ہماری بہت ساری بہنوں کو مردوں جیسے کپڑے پہننے کا شوق ہوتا ہے، اس کے متعلق بخاری شریف میں حدیث ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں جیسی مشابہت اختیار کریں اور لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں جیسی مشابہت اختیار کریں۔

اس لیے دینی بہنو! مردوں جیسا لباس، مردوں جیسی اسٹائل اختیار مت کرو، حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی ہے۔

ایک واقعہ

آج تو عورتوں کے کپڑے ہی ایسے ہو گئے ہیں کہ مرد اور عورت میں فرق ہی کرنا دشوار ہو گیا ہے، ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ایک مخلص بھولے بھالے اللہ والے مدرس کا واقعہ ہے، وہ مرولی ریلوے اسٹیشن پر تھے، ٹرین آنے میں تاخیر ہو رہی تھی، وہ سمجھے کہ پتہ نہیں میں جلدی آ گیا یا ٹرین زیادہ تاخیر سے آ رہی ہے، وہاں ایک نوجوان

جیسا نظر آیا، مولانا مدظلہ نے اس کے قریب جا کر بھولے پن سے سادگی میں سوال کیا: بھائی! گھڑی میں کتنا وقت ہوا؟ تو اس نوجوان جیسی شکل والی نے ناراضگی کے لہجے میں کہا کہ: نظر نہیں آتا کہ میں لڑکی ہوں؟

عورتوں نے آج یہ جو جینس، ٹی شرٹ وغیرہ لباس اپنائے ہیں وہ کیسے ہیں کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ مرد ہیں یا عورت؟ فرق کرنا دشوار ہو گیا ہے۔

ایک نصیحت بھرا لطیفہ

اردو میں ایک محاورہ ہے ''دامن داغدار ہونا''، کسی کی عزت اور پاک دامنی پر آنچ آوے تو کہتے ہیں ''دامن پر دھبہ لگ گیا، دامن داغدار ہو گیا اور نصیحت کے طور پر کہتے ہیں: اپنے دامن کو داغدار مت بناؤ، دامن پر دھبہ مت لگنے دو۔

میرے استاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں: آج تو دامن ہی نہیں رہا کہ دامن داغدار ہو۔

اس لیے کہ آج کل عورتوں میں ٹی شرٹ میں دامن ہوتا ہی نہیں، خاص کر جوان بہنوں میں، اس طرح بے حیائی والے لباس سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

بے بی کٹ بال فیشن آگ کا انگارہ ہے

اسی طرح یہ مسئلہ بھی سمجھ لو! ہماری بہت ساری بہنیں اپنے خود کے اور اپنی لڑکیوں کے بال بے بی کٹ رکھتی ہیں، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

ایک خاص نصیحت

سمجھ لو! آپ بچپن سے چھوٹی چھوٹی اولاد کو دین کا عادی بناؤ، بچپن سے ان کی فیشن والی زندگی کی عادت ڈالنا آگے چل کر بڑا خطرناک ہوگا، دیکھو! آگ کا انگارہ اگر کوئی بڑا آدمی پکڑے گا تو بھی اس کا ہاتھ جلے گا اور چھوٹا بچہ پکڑے گا تو اس کا ہاتھ بھی جلے گا، یہ فیشن اور مغربی تہذیب والی زندگی آگ کا انگارہ ہے، اگر چھوٹی بچیاں اس کو ہاتھ میں لیں گی تو وہ ان کی حیا اور شرم کو جلا کر خاک بنا دے گا۔

اپنی چھوٹی بچیوں کے بال، کپڑے فیشن والے ہرگز ٹھیک نہیں ہیں؛ اس لیے ''بچہ بچہ'' کہہ کر بات کو بھول مت جاؤ، غلط چیز چلنے مت دو، بچوں کو بھی بچپن ہی سے شریعت کے احکام پر عمل کا عادی بناؤ۔

قدرتی بال کو سنوارنا جائز ہے

ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ نے آپ کو جو قدرتی بال دیے ہیں، آپ ان بالوں کو شوہر کو خوش کرنے کے لیے اچھے انداز میں ٹھیک ٹھاک رکھو، اس میں تیل ڈالو، سر کے بال میں تیل ڈالنا نبیِ کریم ﷺ کی سنت ہے اور تیل لگانا بال اور دماغ کے لیے فائدہ مند بھی ہے۔

بس! اتنی بات ملحوظ رہے کہ فاسقہ عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہونے پائے، فلمی عورتیں اور مغربی عورتوں کی نقل نہ اتاری جائے، ضروری دینی کام میں خلل نہ آئے، اور نیت شوہر کا دل خوش کرنا ہو، اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

آئی برو (i bro) کروانا جائز نہیں ہے

اسی طرح ہماری بہت ساری بہنوں کو آئی برو کروانے کا شوق ہوتا ہے، آئی برو میں یہ ہوتا ہے کہ آنکھوں کے اوپر جو بھنویں ہیں اس کے بال اکھاڑے جاتے ہیں، کاٹے جاتے ہیں اور پھر بالوں کی لکیر بنائی جاتی ہے، اس کو پتلا کیا جاتا ہے، دھاردار بنادیا جاتا ہے، اوراس پر قسم قسم کے رنگ لگائے جاتے ہیں، اس طرح آئی برو کروانا ہماری شریعت میں ہرگز جائز نہیں ہے، اس قسم کی عورتوں پر بخاری شریف کی ایک حدیث میں لعنت آئی ہے، چاہے شوہر کو خوش کرنا ہو، چاہے دلہن کو سنوارنا ہو۔

عورت داڑھی کے بال نکال سکتی ہے

دوسری بات یہ بھی سمجھ لو کہ بعض مرتبہ بہت سی عورتوں کو داڑھی کے بال نکل آتے ہیں تو اس کو کسی پاؤڈر یا Cream سے صاف کر دینا چاہیے، اسی طرح ہونٹوں پر اگر بال نکل آئیں تو اس کو بھی صاف کر دینا بہتر ہے۔

مصنوعی بالوں کو اصل بالوں کے ساتھ ملانا جائز نہیں

ایک اور اہم مسئلہ جان لو! عورت کے بدن کے قدرتی بالوں کے ساتھ بناوٹی بالوں کو ملانا شریعت میں بالکل جائز نہیں ہے، چاہے وہ بناوٹی بال مرد کے ہوں یا عورت کے ہوں، یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے کہ بناوٹی بال اصل بال کے ساتھ ملا کر دھوکہ میں ڈالنا چاہتی ہے، عام طور پر بناوٹی بال جوڑنے میں نیت یہ ہوتی ہے کہ بال لمبے نظر آئیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو بخاری شریف اور مسلم شریف میں

موجود ہے نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی لعنت ہے اس عورت پر جو اپنے بالوں کے ساتھ کسی دوسرے کے بال ملا دے۔

اسی طرح جو عورت کسی دوسری عورت کو کہے: تو میرے بال کے ساتھ دوسرے بال ملا دے تو اس ملانے والی عورت پر بھی اللہ کی لعنت ہے؛ لہٰذا اس طرح بالوں کو جڑوانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے جو بال آپ کو دے رکھے ہیں اسی کو حفاظت سے رکھو۔

اللہ تعالیٰ کی لعنت کی حق دار عورتیں، وِگ (Wig) پہننا

① بعض عورتیں وِگ پہنتی ہیں، یہ اگر انسانوں کے بالوں کی وِگ ہے تو ہرگز جائز نہیں ہے، حرام ہے، ایسی وِگ اپنے سر پر لگانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

② بعض بہنیں بیوٹی پارلر میں جا کر اپنے دانتوں کو خاص طور پر گھسوا کر سجاتی ہیں، یعنی دو دانتوں کے بیچ میں گھسوا کر درمیان میں جگہ کھلواتی ہیں؛ تاکہ دو دانت کے درمیان جگہ کھلے اور دو دانتوں کے بیچ میں کشادگی نظر آوے اور حسن میں زیادتی نظر آوے، سن لو! جو عورت اس طرح دانتوں کے بیچ میں جگہ کھلواتی ہے ایسی عورت پر اللہ کی لعنت ہے، بخاری شریف میں حدیث ہے کہ:

لعنت ہے اس عورت پر جو اس طرح حُسن اور خوب صورتی کے لیے دانتوں کے درمیان میں کشادگی کروائے۔

یہ اللہ کی خلقت بدلنے والی عورت ہے؛ اس لیے اس طرح دانتوں کے درمیان میں گھسوا کر جگہ کروانا جائز نہیں ہے۔

میک اپ (Make up) کی جائز مقدار

ہاں! چہرے پر میک اپ کرنا جائز ہے؛ لیکن اس میں ایک بات کا خیال رہے کہ جو کریم لگائی جائے اس میں خنزیر یا مردہ جانور کی چربی نہ ہو، حرام چربی ملا ہوا ہرگز استعمال نہ کریں، اگر کوئی حرام چیز ملی ہوئی نہ ہو تو ایسا پاؤڈر یا کریم استعمال کرنا جائز ہے، اور اگر اس میں حرام چیز ملائی تو گئی؛ لیکن اس کو کیمیکل وغیرہ سے بدل دیا گیا ہو جس کو حقیقت یا ماہیئت بدلنا کہتے ہیں، تو پھر ایسی کریم بھی استعمال کرنا جائز ہے۔

لپسٹک (Lipstick) لگانا کیسا ہے؟

ہماری بہت ساری بہنیں لپسٹک (لالی) استعمال کرنے کی شوقین ہیں، اس میں بھی مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر حرام چیز کی بنی ہوئی ہے تو اس سے اپنے آپ کو بچاؤ، ایسی لالی مت لگاؤ، اور اگر حلال چیز کی ہے تو اس میں یہ مسئلہ دھیان میں رکھیں کہ لپسٹک (لالی) اتنی زیادہ لگا دے یا اس طرح ہو کہ وضو اور غسل کا پانی ہونٹ کی چمڑی کو نہ لگے تو ایسی لپسٹک استعمال نہ کریں، اس سے وضو اور غسل نہ ہوگا، ہاں! اگر پانی پہنچ جاتا ہو، تہ نہ جمتی ہو تو لگا سکتے ہیں، باقی استعمال کر سکتے ہیں یا پہلے وضو اور غسل کر لے اس کے بعد تھوڑی تھوڑی ہلکی ہلکی لپسٹک شوہر کے لیے استعمال کرے تو یہ جائز ہے۔

ناخن پر لال رنگ (Nail polish)

اسی طرح بہت ساری بہنوں کو نیل پالش کا شوق ہے کہ وہ اپنے ناخن کو رنگ والا بناتی ہیں، اور قسم قسم کے کلر سے ناخن کو رنگا جاتا ہے، تو اس میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ

جو نیل پالش مارکیٹ میں ملتی ہے، وہ اگر Oil Colour والا ہو، جس کی وجہ سے ناخن پر کلر کی تہ جم جاوے، جس کی وجہ سے وضو اور غسل کا پانی ناخن تک نہ پہنچتا ہو، تو ایسی نیل پالش کو استعمال نہ کریں، اس کی وجہ سے وضو اور غسل نہیں ہوتا اور عورت ناپاک ہی رہتی ہے اور نماز صحیح نہیں ہوتی، مہندی سے اپنے ناخن کو لال رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چالیس دن سے زیادہ ناخن رکھنے کی اجازت نہیں

بعض بہنیں اپنی انگلیوں کے ناخن لمبے رکھتی ہیں، خاص کر پہلی اور آخری انگلی کے، ہر ہفتے میں ایک مرتبہ ناخن کاٹ لینے چاہیے اور زیادہ سے زیادہ چالیس/ ۴۰ دن رکھنے کی اجازت ہے، اس کے اوپر اکتالیسواں دن نہیں ہونا چاہیے اور اگر ناخن لمبے رکھے ہوئے ہیں تو اس میں خاص خیال رکھو کہ اس کے نیچے پانی پہنچ جانا چاہیے؛ تاکہ وضو اور غسل مکمل ہو جائے۔

مہندی استعمال کرنا جائز ہے

مہندی لگانے کی اجازت ہے؛ بلکہ عورتوں کو مہندی لگانی چاہیے اور یہی مہندی اگر کسی کے بال سفید ہو گئے ہوں تو سر پر لگانا بھی جائز ہے اور اس میں کوئی چیز ملا دی جائے جس سے رنگ گہرا (Dark) ہو جاوے، تو وہ بھی جائز ہے؛ البتہ کالا نہ ہو جاوے اس کا خیال رہے۔

زیورات کس حد تک جائز ہیں؟

اس کے بعد زیورات کا بھی مسئلہ سمجھ لو! عورت کے لیے سونے اور چاندی کے

زیورات پہننا جائز ہے؛ لیکن یہ یاد رہے کہ زیور پہن کر تکبر اور گھمنڈ نہ آئے کہ میں بہت مال دار کی عورت ہوں اور بہت مال دار کی بیٹی ہوں، میں نے کتنا اچھا زیور پہن رکھا ہے، زیور پہن کر کسی غریب عورت کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، حدیث میں ہے: حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں کہ: جو عورت ظاہر کرنے یعنی دکھلاوے کے لیے زیورات کو پہنتی ہے ایسی عورت کو عذاب دیا جائے گا۔

ہماری بعض بہنیں دوسروں کو اپنے زیورات دکھانے میں اتنی ماہر ہوتی ہیں کہ اگر لمبی آستین والا کرتہ پہنا ہوا ہو اور اس کے نیچے اگر چوڑیاں پہنی ہوئی ہوں تو اس کو ظاہر کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ کریں گی ''بہت گرمی لگتی ہے'' اس طرح بول کر اپنی آستین کھولیں گی اور اس طریقے سے اپنے زیور دوسروں کو دکھلائیں گی۔

بعض مرتبہ عورتوں کے مجمع میں بیٹھ کر گرمی کا عذر کر کے کان اور گلا کھول دیں گی اور زبان سے بولے گی بہت گرمی لگ رہی ہے اور مقصد زیور دکھانا ہوتا ہے۔

ایک اور بات آپ کو بتاؤں: دکھاوا اور نمائش کی نیت نہ ہو تو عورتوں کے لیے زیوارت پہننا جائز ہے؛ لیکن نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اگر تم جنت کا زیور اور جنت کا ریشم پہننا چاہتے ہو تو دنیا میں اس کو مت پہنو۔

اگر ہمت ہو تو اس پر بھی عمل کر کے دیکھ لو! یہ بہت بڑی اور اونچی ہمت والی بہنوں کی بات ہے۔

کونسا زیور پہننا جائز ہے؟

زیورات میں ایک خاص بات یہ ہے کہ جس زیور میں سے آواز نکلتی ہو؛ یعنی جو

زیور بجتا ہوا ایسا زیور نہیں پہننا چاہیے، جیسا کہ پاؤں میں پازیب پہنی ہو اور اس میں سے آواز نکلتی ہو تو ایسی پازیب پہننا شریعت میں جائز نہیں ہے۔

گھنٹی والے پازیب پہننا منع ہے

حضرت بُنانہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر تھی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، وہ لڑکی پاؤں میں چھانجھن پہنے ہوئی تھی اور اس میں سے آواز آرہی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اس لڑکی کے چھانجھن کو جب تک نہ کاٹے جائیں اس کو میرے پاس آنے مت دینا؛ اس لیے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جس کے گھر میں گھنٹی ہو اس کے گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کے گھر میں گھنٹی ہو وہ شیطان کے باجے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

اس لیے اس قسم کے آواز والے زیور مت پہنو، اس میں یہ خیال بھی رکھو کہ بعض زیور ایسے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر اس میں سے آواز نکلتی ہے، تو اس قسم کے زیور پہننے سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہیے، سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ﴾ کہ اپنے پیر کو زمین پر چلتے وقت اتنے زور سے مت مارو کہ جس سے تمھاری زینت سامنے آجائے۔

بہنو! شیطان بہت خطرناک ہے، جب عورت کے زیور میں سے آواز نکلتی ہے تو وہ مردوں کے دلوں کو للچاتا ہے اور مردوں کے دلوں میں حرام خواہش پیدا کرتا ہے۔

سونے چاندی کے علاوہ کے زیورات

آج کل مصنوعی چیزوں کا دور ہے، پلاسٹک، ایلومینیم، تانبے، پیتل وغیرہ کے زیورات آرہے ہیں، اس کے متعلق ضروری ہدایات:

(۱) پلاسٹک اور کانچ اور دیگر دھاتوں کی چوڑیاں پہننا جائز ہے۔

(۲) انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے، اس کے سوا کسی بھی دھات کی انگوٹھی جائز نہیں ہے؛ اس لیے اگر ہماری کسی بہن کے پاس سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھات کی انگوٹھی ہو تو اس کو گھر جا کر پھینک دو، آج ہی اس کو گھر سے نکال دو۔

(۳) انگوٹھی میں پتھر کا نگینہ لگانا جائز ہے؛ لیکن پتھر کے بعض نگینے کے لیے غلط عقیدے بھی چلتے ہیں؛ اس لیے خاص خیال رکھو کہ کسی پتھر کے نگینہ میں ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں ہے، ہاں! اللہ تعالیٰ جب اور جس چیز میں چاہتے ہیں تاثیر پیدا فرما دیتے ہیں اور جب چاہیں تاثیر ختم فرما دیتے ہیں، بعض عامل لوگ اس طرح کی باتیں لوگوں کو کہتے ہیں جس سے لوگوں کے عقیدے بگڑتے ہیں، ان کی طرف دھیان نہ دیں۔

عورتوں کو خریداری کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے

ایک اور خاص بات یاد رکھنا چاہیے کہ جب بازار میں زیور وغیرہ خریدنے کے لیے جائیں تو دکان والے سے ہنس ہنس کر باتیں نہیں کرنی چاہیے اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا کہ وہ اپنے ہاتھ سے آپ کے ہاتھ میں چوڑیا پہنائے یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے، اس میں دونوں طرف سے حرام اور شہوت بھری لذت اور بلا ضرورت ستر والے

اعضا کو کھولنا لازم آتا ہے، جس سے ناجائز تعلقات بھی وجود میں آتے ہیں۔

رمضان کے آخری عشرہ میں ہماری بہنیں عید کے لیے زیورات کی خریدی میں بازاروں کے چکر لگاتی ہیں، اور دوسرے دنوں میں بھی یہ چکر چلتے رہتے ہیں، اس میں بے پردگی، ضرورت سے زیادہ چکر، یہ سب غلط اور گناہ کے کام ہیں۔

اسی طرح Matching کے چکر نے تو وقت اور مال دونوں نعمت کو بہت ضائع کر رکھا ہے، ان چیزوں سے بچنے کی سخت ضرورت ہے، محرم مرد کے ساتھ مکمل شرعی پردہ میں بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت بازار جانا چاہیے، پرائے مرد سنار کا ہاتھ بدن سے نہ لگے یہ بہت ضروری ہے۔

بہر حال! دوسری دھاتوں کے زیور پہننا جائز ہے۔

ناک کان میں سوراخ اور گلے میں لاکیٹ پہننا کیسا ہے؟

ناک اور کان میں سوراخ کروا کر زیور پہننا جائز ہے؛ بلکہ ہمارے ایک بزرگ یوں فرماتے تھے کہ: ہماری بہنوں کو زیورات کی محبت ایسی ہے کہ پورے بدن میں سوراخ کروانے پڑیں تو بھی اس کے لیے تیار ہو جاویں گی۔

اسی طرح گلے میں ہار کے ساتھ لاکیٹ پہننا بھی جائز ہے، اس میں خاص خیال رکھو کہ آج کل ہماری بہت ساری بہنیں قرآن کی آیت والا، اللہ کے نام والا لاکیٹ پہنتی ہیں، یہ مناسب نہیں ہے، لاکیٹ پہن کر بیت الخلاء یا غسل خانہ میں جانا یہ بہت بڑی بے ادبی کی بات ہے، ایسے لاکیٹ کے ساتھ ستر کھولنا بھی بے ادبی ہے، اس لیے ایسا لاکیٹ نہیں پہننا چاہیے۔

حروفِ مقطعات والی انگوٹھی

ایک انگوٹھی تعویذ والی ہوتی ہے جس میں حروفِ مقطعات لکھے رہتے ہیں اور اس کے بڑے بڑے فائدے بیان کیے جاتے ہیں، تو ایسی انگوٹھی ہمارے ہاتھ میں ہوتی ہے تب بھی ہم کو یاد نہیں رہتا اور ہم اسی کے ساتھ غسل خانہ، بیت الخلاء میں چلے جاتے ہیں؛ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی نہ پہنا جائے۔

عورتوں کو کیسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے

خوشبو اور پرفیوم کے بارے میں حدیث میں آتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مردوں کی خوشبو ایسی ہو جس کی خوشبو ظاہر ہو؛ یعنی دوسروں کو بھی پہنچ رہی ہو اور اس کا رنگ ظاہر نہ ہو، اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ جس کی خوشبو کا رنگ نظر آوے؛ لیکن اس کی خوشبو ظاہر نہ ہو۔

ابوداؤد شریف اور ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہر آنکھ زنا کار ہے؛ یعنی جو آنکھ گندی نظر ڈالتی ہے وہ زنا کار ہے اور آگے حدیث میں ارشاد فرمایا: کوئی عورت ایسی خوشبو لگا کر (جس کی خوشبو پھیلتی ہو اور مردوں کے ناک میں جاتی ہو، اور وہ) مردوں کی محفل سے گزرے وہ عورت ایسی ایسی ہے؛ یعنی زنا کار ہے۔

طبرانی میں ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب کوئی عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر جاتی ہے اور مرد اس کو

دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسی عورت سے مسلسل ناراض رہتے ہیں جب تک کہ وہ عورت واپس گھر میں نہ آجائے۔

کونسا پرفیوم استعمال کرسکتے ہیں؟

اس لیے بہنو! بہت لائٹ خوشبو جو صرف آپ کا شوہر سونگھ سکے، ایسی خوشبو کے علاوہ دوسرا کوئی پرفیوم استعمال نہ کریں اور پرفیوم میں بھی یہ خیال رکھو کہ اس میں حرام چیز نہ ہو۔

بالوں کو چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا جائز نہیں ہے

ناف کے نیچے کے بال ہر ہفتہ صاف کرلینا چاہیے، زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک اس کی گنجائش ہے، اس کے بعد جائز نہیں ہے، گناہ ہے؛ اس لیے ان بالوں کو اور بغل کے بالوں کو ایک ہفتے میں یا زیادہ سے زیادہ پندرہ دن میں صاف کرلینا چاہیے، عورتوں کے لیے ان بالوں کو صاف کرنے کے لیے پاؤڈر یا کریم استعمال کرنا زیادہ اچھا ہے، اگرچہ بلیڈ استعمال کرنا بھی جائز ہے؛ لیکن افضل نہیں ہے۔

عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کریں

ہماری بہت ساری بہنوں کو ہِل والے جوتے پہننے کا شوق ہوتا ہے کہ اونچی اونچی ہِل والے جوتے پہنتی ہیں تو ایسا جوتا پہننا جائز تو ہے؛ لیکن یاد رکھو کہ ہمارے جوتے ایسے ہوں کہ جو مردوں جیسے نہ ہوں؛ اس لیے جو جوتے خاص عورتوں کے لیے بنے ہوئے ہوتے ہیں اسی کو استعمال کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ ایک عورت ایسی ہے کہ جو مردوں جیسے جوتے پہنتی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: نبیٔ کریم ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے، یہ حدیث میں موجود ہے۔

خلاصۂ کلام

دینی بہنو! یہ کچھ موٹے موٹے ضروری مسائل جو آپ کے متعلق تھے عرض کر دیے، ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ نے عورت کو فطری طور پر حُسن دیا ہے اس حسن کی قدر و قیمت سمجھو اور غلط زینت اور غلط راستے پر مت جاؤ، ان شاء اللہ! اللہ دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائے گا، آج جو ماحول بن رہا ہے کہ ہماری بہنیں دوسرے مردوں کو للچانے اور اپنے آپ کو حسینہ دکھانے کے لیے فیشن اور میک اپ کرتی ہیں اور اچھے کپڑے پہنتی ہیں یہ سب خطرناک گناہ اور برائی کے کام ہیں، اس سے اپنے آپ کو بچاؤ اور یہ مسائل جو بتائے ہیں وہ بہت ہی اہم بھی ہیں اور بہت نازک بھی؛ لہذا ان مسائل کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کرو اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لینا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جمعہ کے چند فضائل، جمعہ کے چند اعمال

① حدیث میں آتا ہے جمعہ کا دن بہت فضیلت والا دن ہے؛ اس لیے گھر جا کر یہ کوشش کرو کہ صلاۃ التسبیح پڑھیں، یہ نماز بہت برکت والی نماز ہے، اور جمعہ کے دن اس کو پڑھنے میں ثواب زیادہ ملتا ہے، اگر اس نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو جاننے والی

بہنوں سے اس کا طریقہ سیکھ کر جاؤ۔

سورۂ کہف کی فضیلت

② سورۂ کہف کی تلاوت کا اہتمام کرو، حدیث میں آتا ہے: جو جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے اس کے ایک ہفتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؛ یعنی پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور قدم سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ہوگا اور وہ نور قیامت کے دن اس کو کام آئے گا، اور جمعہ کو سورۂ کہف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کی آٹھ روز تک ہر فتنوں سے حفاظت کرے گا، اور اگر دجال نکلا تو اس کے فتنے سے حفاظت ہوگی؛ اس لیے ہر جمعہ کو اس کے پڑھنے کی عادت بنالو۔

سورۂ کہف کی اور ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں اور ایک حدیث میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے کہ اس کو زبانی یاد کر لو تو اس کا فائدہ اتنا بڑا ہے کہ دجال کے فتنے سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماویں گے۔ ان بیس آیتوں کو یاد کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے (یعنی پہلی اور آخری دس دس آیتوں کو یاد کر لو)

درود شریف کی فضیلت

③ جمعہ کے دن زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا اہتمام کرو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ: جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسّی (۸۰) مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ سَلِّمْ تَسْلِيْما.

اللہ تعالیٰ اس کے ۸۰/ سال کے گناہوں کو معاف کریں گے اور ۸۰/ کی سال عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔ یہ ہمیشہ کی عادت بنالینی چاہیے۔

جمعہ کی ایک مقبول گھڑی

④ جمعہ کے ایک دن ایک گھڑی آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے ہیں، تجربہ کار اہلِ دل علما فرماتے ہیں کہ: وہ گھڑی جمعہ کی اذان کے بعد، اسی طرح خطبہ سے پہلے اور عصر اور مغرب کے درمیان ہونے کی بڑی امید ہے؛ اس لیے ان اوقات میں دعا میں مشغول رہو اور اس کا اہتمام ہر جمعہ کو ہونا چاہیے چاہے رمضان ہو چاہے نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور جمعہ کا دن وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

جمعہ کی سنتیں

جامعہ ڈابھیل اور دارالعلوم دیوبند سے تحصیلِ علم کے بعد ۱۹۹۳ء میں جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے تدریس کا سلسلہ شروع ہوا، دارالعلوم ہدایت الاسلام عالی پور میں پہلے سال طحاوی شریف کے درس کا موقع ملا، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی مرتب کی ہوئی شرح ''امانی الاحبار'' سے استفادہ کا موقع ملا، حضرت نے جمعہ کا باب جہاں شروع ہوتا ہے وہاں جمعہ کی سنتیں تفصیل سے بتلائی ہیں، وہ صرف آپ کو گنوا دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ عمل آسان فرمائیں۔

① جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل اور سورۂ دھر یعنی ھل اتی پڑھنا یا

سورۂ جمعہ یا سورۂ منافقون پڑھنا۔

② غسل کرنا۔

③ خوشبو لگانا۔

④ مسواک کرنا۔

⑤ اچھے کپڑے پہننا۔

⑥ مسجد میں جلدی جانا۔

⑦ امام کے نکلنے اور خطبہ دینے کے وقت تک ذکر و عبادت میں مشغول رہنا۔

⑧ سورۂ کہف پڑھنا۔ (امانی الاحبار: ۲/ ۱۳۸)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

گناہوں

سے

توبہ اور استغفار

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

توبہ کی کل چار شرطیں ہیں:

① جو گناہ ہو رہا ہو اس کو چھوڑنا۔

② گناہ کرنے کے بعد دل میں شرمندہ ہونا۔

③ آئندہ نہ کرنے کا پکا عہد کرنا۔

④ کسی بندے کا اگر حق ہے تو اس سے معافی مانگنا۔

جب ان چاروں شرطوں کو پورا کریں گے تو ان شاء اللہ! ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے، حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر اس میں سے ایک بھی شرط چھوٹ گئی تو پھر اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔

ہمارے گناہوں پر چار گواہ گواہی دیں گے:

① جگہ۔ ② بدن۔ ③ فرشتے۔ ④ اعمال نامے کا دفتر۔

لیکن لکھا ہے کہ: جب کوئی مسلمان بندہ یا بندی سچے دل سے توبہ کر کے آنسو بہالے تو اللہ تعالیٰ زمین کو بھلا دیتا ہے، اسی طرح بدن اور فرشتے کو بھی بھلا دیا جاتا ہے اور جس دفتر میں گناہ لکھا ہوا ہوتا ہے وہاں سے بھی مٹا دیا جاتا ہے، ان سب کو اللہ تعالیٰ بھلا دیتے ہیں، دیکھو! کتنی بڑی مہربانی اللہ تعالیٰ کی ہے!!!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَاھادِیَ لَہ وَنَشْھدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہ لَاشَرِیْکَ لَہ وَ نَشْھدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَ حَبِیْبَنَا وَ اِمَامَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَ رَسُوْلُہ،صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھلِ بَیْتِہ وَاَھلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ.

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی (یعنی صاف دل سے) توبہ کرو، امید ہے کہ تمھارے رب تم سے تمھاری برائیاں (یعنی گناہ) دور کردیں (یعنی معاف کردیں) اور تم کو ایسے باغیچوں میں داخل کردیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ [التحریم]

قُلْ یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِاللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ [الزمر]

ترجمہ: (اے نبی!) تم کہہ دو، اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں کہ: تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہوؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں، یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) تو بہت زیادہ معاف کرنے

والے،سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاۙ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًاۙ۝۱۱ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۝۱۲ [النوح]

ترجمہ: سو میں نے (ان سے) کہا کہ: تم اپنے رب سے استغفار کرو، یقین رکھو وہ بہت معاف کرنے والے ہیں﴿۱۰﴾ وہ تمھارے اوپر آسمان سے خوب بارش برسائیں گے﴿۱۱﴾ اور تمھارے مال اور اولاد میں مدد کریں گے اور تمھارے لیے باغات پیدا کردیں گے اور تمھارے لیے نہریں جاری کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت گناہوں پر معافی

اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے لیے ایک بہت بڑی نعمت عطا فرمائی ہے، وہ نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کرتا ہے، انسان گنہگار رہے، برائی میں زندگی گزارتا ہے؛ لیکن جب وہ اپنے مالک کے سامنے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف کردیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے گناہوں کا معاف کردینا یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ بہت بڑا احسان یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں، ہمارے گناہ لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں فرماتے ہیں؛ ورنہ بنی اسرائیل کے زمانے میں یہ معمول تھا کہ جب کوئی آدمی مرد ہو یا عورت گناہ کرتے تو اس کے دروازے پر لکھ دیا جاتا تھا کہ: اس نے آج رات کے

اندھیرے میں فلاں گناہ کیا ہے؛ یعنی اس کے گناہ کا اعلان ہو جاتا اور دروازہ پر لکھ دیا جاتا، اللہ کا یہ عجیب نظام تھا۔

لیکن ہمارے آقا حضور ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ کی ہمارے اوپر بہت بڑی رحمت ہے اور برکت ہے، اللہ اس امت کے گناہوں کو اس طرح لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں فرماتے، اللہ ہمارے گناہوں پر ستاری کا معاملہ فرماتے ہیں۔

خود اپنے گناہ کو ظاہر کرنا

ہاں! اگر کوئی بندہ یا بندی خود اپنے گناہوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرے یہ تو خود اس بندہ کا قصور ہے؛ بلکہ یہ بھی ایک گناہ ہے اور بہت ہی بُری عادت ہے، اگر ہم میں سے کسی کی عادت ہو تو اس کو چھوڑ دینی چاہیے، اللہ تعالیٰ تو ہمارے گناہوں کو چھپائیں اور ہم خود اپنے گناہ لوگوں کے سامنے بیان کرتے پھریں! اللہ اس سے بہت ہی ناراض ہوتے ہیں۔

جیسے بعض بہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ آپس میں اپنے گناہوں کا تذکرہ کرتی رہتی ہیں کہ: میں نے فلانی فلم دیکھی، اس میں ایسا ایسا دیکھا، پھر دوسری بہن بھی اسی طرح اپنے گناہوں کو بیان کرنا شروع کرتی ہے، اپنے معاشرہ کی داستان، اپنے معشوق کی خوبیاں فخریہ انداز میں بتائی جاتی ہیں، یہ خطرناک درجے کا گناہ ہے کہ گناہ کا احساس اور گناہ کی برائی تک دل سے نکل جاوے، یہ عادت بہت خطرناک ہے۔

ایک خاص دعا

میں آپ کو دعا کے بارے میں ایک بات بتادوں کہ جب دعا مانگو تو اللہ کے

سامنے یہ بات بھی کہہ دو کہ: اے اللہ! تو نے جس طرح دنیا میں میرے گناہوں پر ستاری کا معاملہ فرمایا ہے، اسی طرح توکل قیامت کے دن بھی لوگوں کے سامنے میرے گناہوں کو چھپا کر رکھنا، ان کے سامنے میرے گناہ ظاہر مت کرنا کہ اس وقت تو میرے گھر والے، میرے ماں باپ، بھائی، بہن اسی طرح دوسرے رشتے دار بھی ہوں گے، تو ان کے سامنے مجھے ذلیل مت کرنا۔

عجیب سوچنے کی بات

میری بہنو! تھوڑی دیر کے لیے سوچو کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن ہمارے گناہوں کو ان سب کے سامنے ظاہر کر دے گا، تو ہماری کتنی ذلتی ہوگی، ہم کتنے پریشان ہوں گے اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ ہمارے حضور ﷺ نے کتنی تکلیف اٹھا کر اس امت کے واسطے دعائیں کی ہیں، کتنی تکلیف سے دین ہم تک پہنچایا، اتنے بڑے محسن ہمارے آقا حضور ﷺ کے سامنے جب ہمارے گناہ ظاہر ہوں گے تو ہمارے آقا حضور ﷺ کو کتنی تکلیف ہوگی اور خود ہماری ذلتی اور ہماری رسوائی کا کیا حال ہوگا؟

”سَتَّارْ“ کے معنی

اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) ناموں میں ایک نام ’سَتَّارْ‘ بھی ہے اور ستار کے ایک معنی ہوتے ہے ”جو بندوں کے گناہوں کو چھپائے“، تو اپنی دعاؤں میں کہو: اے ستار! اے گناہوں کو چھپانے والے! تو نے دنیا میں ہمارے گناہوں کو چھپایا ہے قیامت کے میدان میں بھی ہمارے گناہوں کو چھپائے رکھنا۔

گناہوں سے معافی کا طریقہ

اب میں آپ کو بتاؤں کہ گناہوں سے معافی کیسے مانگیں؟ حدیث کی ایک کتاب ہے ''ریاض الصالحین''، جس کے مصنف ہیں ''امام نووی ؒ''، جو بہت بلند اور اونچے درجے کے محدّث بھی ہیں، انھوں نے گناہ کی معافی کے لیے چند باتیں لکھی ہے، اس کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

(۱) معافی اور استغفار کے لیے ضروری ہے کہ جس گناہ کی عادت پڑی ہوئی ہے اس کو پہلے چھوڑ دے۔

توبہ کا مذاق

آج ہمارا حال یہ ہے کہ گناہ کرتے بھی ہیں اور ساتھ میں توبہ بھی کرتے ہیں، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ کوئی عورت بغیر پردے کے گھر کے باہر نکلی، کسی نوجوان نے اس کو دیکھا اور دیکھ کر اپنا ہاتھ اپنے منہ پر مار کر کہہ رہا ہے کہ: یہ عورت کیسی بے پردہ جارہی ہے؟ اب یہ نوجوان ایک طرف بے پردہ عورت کو دیکھ بھی رہا ہے اور پھر کہہ رہا ہے: توبہ، توبہ، تو یہ کیسی توبہ ہے؟

اسی طرح ایک بہن ٹی وی دیکھ رہی ہے، دوسری بہن اس کے پاس جا کر ٹی وی دیکھنا شروع کر دے اور پھر کہے: ارے بہن! توبہ توبہ، یہ عورت بے پردہ جارہی ہے تو یہ کیا دیکھ رہی ہے؟ تو میری بہنو! اس کا نام توبہ نہیں ہے، یہ تو ایک قسم کی مذاق ہے کہ خود تو دیکھنے میں شریک ہو جائے اور پھر اس کو تعجب سے کہنے لگے کہ: توبہ توبہ کیا کر رہے ہو۔

ایک تعجب خیز بات

ایک ہماری دینی بہن اپنے گھر کی بات بتارہی تھی کہ: ہمارے گھر میں ٹی وی آگئی ہے، یہ بہت براہوا ہے، گھر میں سب لوگ فلم دیکھتے رہتے ہیں، بس! میں تو وہاں بیٹھ کر ہاتھ میں تسبیح لے کر استغفار پڑھتی رہتی ہوں۔

میں نے عرض کیا: یہ کوئی بات ہوئی؟ گھر والوں کو سمجھاؤ، روکنے کا کام کرو، کوئی سنتا نہیں، مانتا نہیں تو الگ کمرے میں چلی جاؤ، یہ کیا بات ہوئی وہیں بیٹھے ہیں، دیکھ بھی رہے ہیں اور استغفار اور تسبیح بھی ہو رہی ہے، حقیقت سے لگ رہا ہے کہ آپ کو بھی دیکھنے کا مزہ آرہا ہے۔

گناہ کا ایک ہی حل اس کو چھوڑ دو

یہ عادت غلط ہے؛ اس لیے سب سے پہلے اس گناہ کو چھوڑنا پڑے گا؛ بلکہ اس کے لیے یہ کام کرو کہ گھر میں بیٹھ کر ایک فہرست تیار کرو کہ میری زندگی میں کتنے گناہ کی عادت ہے، سب گناہوں کی فہرست بنانے کے بعد گناہ چھوڑنے کا کام شروع کرو اور جو گناہ چھوٹ جائے تو فہرست میں اس گناہ کو مٹادو کہ میں نے یہ گناہ چھوڑ دیا، اس طرح ہر ہر گناہ کو چھوڑ کر سب پر نشان لگادو، خلاصہ یہ ہوا کہ گناہ سے معافی کے لیے پہلی شرط ہے گناہ کو چھوڑ دینا۔

ایک مثال

اس کی بھی ایک مثال سمجھ لو کہ بیت الخلا میں ایک سکّہ گر جائے اور اس سکے کو

جس ناپاکی میں گرا ہے اس میں سے نکالے بغیر آپ اس پر پانی بہاؤ تو وہ پاک نہیں ہوگا؛ لیکن اس سکے کو اس ناپاکی سے باہر نکال دیا اور تھوڑا ہی پانی ڈال دو گی تو وہ پاک ہوجائے گا، بس! یہی حال ہمارے گناہوں کا ہے کہ گناہ کی گندگی میں ہمارا دل کالا ہوتا رہے، اور ہماری زبان گناہوں کی ناپاکی میں ملوث رہے اور ہم اس پر توبہ کا پانی ڈالیں تو وہ گناہ کیسے ختم ہوگا؟

(۲) گناہوں سے معافی کی دوسری شرط: اللہ کے سامنے ندامت اور شرمندگی ہو کہ اے اللہ! میں نے تیری نافرمانی کی ہے، میں نے گناہ کیے ہیں، اس طرح دل میں شرمندگی ہو، اور دل میں گناہ کرنے کی وجہ سے تکلیف بھی ہو۔

آج بڑی تکلیف یہ کہ ہم گناہ بھی کرتے ہیں اور اس گناہ سے شرماتے بھی نہیں اور نہ دل میں اس کے بارے کوئی رنج اور تکلیف ہوتی ہے، ایک سیدھی سی بات ہے کہ شوہر کی نافرمانی ہوجاتی ہے تو دن میں دس مرتبہ Sorry کہتے ہیں کہ میری بھول ہوگئی، مجھے معاف کردو اور اس کے بارے بے چینی ہوتی ہے، دل میں تکلیف ہوتی ہے کہ جب تک ہمارا شوہر راضی نہ ہوجائے ہمارے دل کو سکون حاصل نہیں ہوتا، تو جب ایک شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے پریشان ہوتی ہیں، تو پھر ہم اللہ کی نافرمانی کریں اس وقت ہم کو اتنی بے چینی کیوں نہیں ہوتی؟ افسوس ہے ہماری اس زندگی پر کہ دنیا کے لوگوں سے ڈرتے ہیں اور اللہ کا ہمیں کوئی ڈر نہیں۔

(۳) توبہ کی تیسری شرط: آئندہ گناہ نہ کرنے کا اللہ سے پکا وعدہ کہ: اے اللہ! میں نے تیری نافرمانی کی ہے، اب میں آئندہ کبھی بھی اس گناہ کو نہیں کروں گی، اللہ سے

سچا وعدہ کرلو، علامہ رومیؒ نے مثنوی میں ایک شعر کہا ہے:

توبہ کردم حقیقت با خدا	نہ شکنم تاں جان شود از تن جدا

اے اللہ! میں نے تیرے دربار میں توبہ کی ہے، ایسی سچی اور حقیقی توبہ کی ہے کہ اب میرے بدن سے جان نکل جائے تب بھی میں دوسری بار گناہ نہ کروں گا۔

بار بار توبہ

لیکن پھر بھی گناہ ہوگیا اور نہ کرنے کا وعدہ ٹوٹ گیا تو پھر دوسری مرتبہ توبہ کر کے اللہ سے سچا وعدہ کرلو اور اس گناہ کو چھوڑ دو، اور اللہ سے پھر گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرلو، اللہ بڑا رحمن ہے، وہ بار بار آپ کو معاف کرے گا، شرط یہ ہے کہ وعدہ پکا ہو۔

غرض بندہ کمزور ہے، اس کا ارادہ بھی کمزور ہے، اس کے وعدے بھی کمزور ہیں، سچی پکی توبہ کے بعد نفس وشیطان کے چکر میں پھنس کر انسان گناہ کر لیتا ہے تو پھر سچی پکی توبہ کرلو، یاد رہے کہ توبہ پکی ہو اور آئندہ نہ کرنے کا پکا ارادہ ہو، یہ ضروری ہے۔

④ توبہ کی چوتھی شرط: اگر گناہ ایسا ہو کہ جس کا تعلق انسان سے ہے تو اس سے بھی معافی مانگ لو، مثلاً کسی کی غیبت کی ہے، یا کسی کو گالی دی ہے، کسی کو ستایا ہے، کسی کو پریشان کیا ہے وغیرہ، تو ان کے پاس جا کر معافی مانگ لو، اسی طرح کسی کی کوئی چیز چُرالی ہو یا چھین لی ہو تو چیز ان کو واپس کردو اور معافی مانگ لو۔

بندوں کے حقوق ادا کرنا

توبہ اور معافی کے لیے یہ بہت اہم اور ضروری ہے، کسی بھی انسان کا مرد ہو یا

عورت کوئی حق ہمارے ذمے ہو اس کے ادا کرنے کی خاص فکر کرو، میراث کا حق باقی ہو وہ ادا کرو، قرض باقی ہو وہ ادا کرو، کرایہ کا مکان یا دکان ہے اور مالک مانگ رہا ہے تو اس کو دے دو، غرض ایک انسان کا دوسرے انسان پر جو حق ہوتا ہے اس کو ادا کرنے کی پوری فکر کرو، حقوق کو ادا کرنا نفل حج وعمرہ اور نفلی خیرات کرنے سے بہت بہتر ہے، آج لوگ نفلی حج وعمرہ کرتے ہیں، خیرات کرتے ہیں؛ لیکن لوگوں کے حقوق ادا نہیں کرتے، یہ بہت غلط طریقہ ہے، حق ادا کرنے کی پہلے فکر کرو۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق

اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے میں اگر کمی کوتاہی ہوگئی ہو تو اس کو بھی پورا کرنے کی فکر کرو، جیسے بالغ ہونے کے بعد فرض نمازیں قضا ہوئی ہیں، رمضان کے روزے قضا ہوئے ہیں، تو اس کو ترتیب سے پورا کرلو، بالغ ہونے کے بعد کی جو زکوۃ فرض ہوئی تھی؛ لیکن ادا نہیں کی، اس کو حساب کر کے ادا کر دو، سجدۂ تلاوت باقی ہو تو اس کو ادا کرو؛ یعنی اللہ تعالیٰ کے فرائض وواجبات میں بالغ ہونے کے بعد جو کوتاہی ہوئی ہو پہلے اس کو ادا کر دو۔

تو یہ توبہ کی کل چار شرطیں ہوئیں:

(۱) جو گناہ ہو رہا ہو اس کو چھوڑنا۔

(۲) گناہ کرنے کے بعد دل میں شرمندہ ہونا۔

(۳) آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا عہد کرنا۔

(۴) کسی بندے کا اگر حق ہے تو اس سے معافی مانگنا۔

جب ان چاروں شرطوں کو پورا کریں گے تو ان شاء اللہ! ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے، حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ: اگر اس میں سے ایک بھی شرط چھوٹ گئی تو پھر اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔

عجیب واقعہ

اب ایک عجیب واقعہ آپ کو سنادوں: یہ اوقعہ مشکوۃ شریف میں ہے، میں اس کا خلاصہ سناتا ہوں، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک زمانے کا قصہ ہے:

مدینہ میں ایک قبیلہ رہتا تھا، اس قبیلے کا نام ''ازد'' تھا، اس قبیلے کی ایک عورت سے زنا ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے وہ حاملہ ہو گئی تھی؛ یعنی پیٹ میں بچہ تھا، وہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ: اے اللہ کے رسول! مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے مجھے پاک کر دیجیے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: واپس جا! اور اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کر۔

وہ عورت سچی توبہ کی طلب لے کر آئی تھی، آپ اس کو واپس جانے کے لیے فرمارہے ہیں؛ لیکن وہ اپنے اقرار پر اصرار کر رہی ہے کہ: مجھ سے گناہ ہو گیا ہے۔

صحابہ سے غلطی کیوں کرائی گئی؟

اِس سے پہلے ایک خاص بات سن لو اور اس کو اپنے ذہن میں بٹھا لو، کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جو غلطیاں ہوئی ہیں وہ غلطیاں اللہ کی طرف سے کرائی گئی ہیں؛ اس لیے کہ وہ جو مبارک زمانہ تھا، وہ زمانہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ایک نمونہ بننے والا تھا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی غلطیاں صحابہ سے کروائیں؛ تا کہ بعد

میں آنے والے لوگوں کے واسطے سبق ہو جائے کہ اس طرح کی غلطی اور گناہ ہو جائے تو شریعت میں اس کی صفائی اور توبہ کا کیا طریقہ ہے، یہ امت کو عملی طور پر بتانا تھا۔

بہر حال! اس صحابی عورت کا قصہ یہ تھا کہ اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ: مجھ سے زنا ہو گیا ہے، اور اس کی وجہ سے میں حاملہ ہو گئی ہوں۔

گناہ سے پاک ہونے کی عجیب بے چینی

وہ عورت حضور ﷺ سے کہہ رہی کہ مجھ سے گناہ ہو گیا ہے، مجھے پاک کرو، سوچنے کا مقام ہے کہ وہ عورت ایک گناہ سے پاک ہونے کے لیے کتنا تڑپ رہی ہے، اس کو گناہ سے پاک ہونے کی کتنی فکر ہے، جب کہ اس کو اس گناہ کی وجہ سے کوئی پولس پکڑنے نہیں گئی؛ بلکہ وہ خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئی، کیسی ان لوگوں کی زندگی تھی کہ ایک گناہ کی وجہ سے بے قرار، اور بے چین ہو جاتے تھے!!!

دوسرا ایک واقعہ

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کا حدیث شریف میں آیا ہے، جس میں یہ بھی ہے کہ جب انھوں نے خود نبی کریم ﷺ کے سامنے آکر اقرار کیا کہ: مجھ سے زنا ہو گیا، تو آپ ﷺ نے چہرہ مبارک پھیر لیا، اس طرح چار مرتبہ چار جانب جا کر وہ اقرار کرتے رہے اور گناہ سے معافی کے لیے کوشش کرتے رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب انھوں نے پہلی مرتبہ گناہ کا اقرار کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: واپس جاؤ! تو وہ دور چلے گئے، پھر آئے، اس طرح چار مرتبہ آنا ہوا، دیکھو! گناہ سے معافی کی ان کو کیسی فکر تھی!!!

اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند ہے جو گناہ کا اقرار کرے

دیکھو! انسان ہے، غلطی ہو جاوے تو فوراً اقرار کر لیوے، اس پر ضد نہ کرے، انکار نہ کرے، آج ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ گناہ کرتے ہیں اور اس کو تسلیم نہیں کرتے، تاویل کرتے ہیں، اس کو ہلکے انداز میں لیتے ہیں، اہمیت نہیں دیتے، یہ غلط طریقہ ہے۔

بہر حال! اس عورت نے حضور ﷺ کے سامنے گناہ سے پاک ہونے کے لیے بہت اصرار کیا تو پھر حضور ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ: تیرے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو پیدا ہو جانے دو، اس بچے نے تو کوئی گناہ نہیں کیا؛ اس لیے ابھی تجھے کوئی سزا نہیں ہوگی۔

وہ عورت چلی گئی اور کچھ مدت کے بعد جب ولادت ہوئی، تو اس بچے کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر آ گئی اور کہا کہ: یہ میرا بچہ ہے، اب تو مجھے میرے گناہ سے پاک کر دو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو پھر سمجھایا کہ: جا اور بچے کو دودھ پلا، اگر ابھی تجھے سزا دوں گا تو یہ بچہ بھوک کی وجہ سے پریشان رہے گا، اس کو دودھ کون پلائے گا؟ اس لیے ابھی چلی جا اور جب یہ دودھ چھوڑ دیوے تب آنا۔

وہ عورت چلی گئی اور جب بچے کا دودھ چھوٹ گیا، وہ روٹی کھاتا ہو گیا تو اب واپس اس بچے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئی، اس وقت بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، اس نے کہا: حضور! میرا بچہ اب روٹی کھاتا ہو گیا ہے، اس نے میرا دودھ پینا چھوڑ دیا ہے، اب مجھے میرے گناہ سے پاک کر دو، اللہ اکبر! میری بہنو! اس عورت کو اپنے گناہ کی کتنی فکر تھی!!! حضور ﷺ نے اس کے پاس سے اس بچے کو لیا اور کسی دوسرے مسلمان کو دیا؛ تاکہ وہ اس بچے کی پرورش کرے۔

شریعت میں شادی شدہ کی زنا کی سزا

اس کے بعد اس عورت کو شریعت میں زنا کی جو سزا تھی وہ دی، حضور ﷺ نے حکم دیا کہ: اس عورت کے لیے گڑھا کھودو، وہ گڑھا سینے تک گہرا تھا؛ تا کہ اس میں اس کو کھڑی کی جا سکے، جب وہ گڑھا تیار ہو گیا تو اس عورت کو اس میں کھڑا کیا گیا۔

شریعت میں پردہ کی اہمیت

ہمارے مذہب کا قانون دیکھو! ایک عورت پر پتھر مارنے کی وجہ سے سزا جاری کی جا رہی ہے، اس کو زنا کی سزا میں پتھر مار کر مار ڈالا جا رہا ہے، اس کے باوجود پردہ کی اتنی اہمیت کہ لوگوں کی نظر اس عورت کے جسم پر نہ پڑے؛ اس لیے گڑھے میں کھڑا کیا گیا، سبحان اللہ! زندگی کے آخری وقت سزا کے درمیان بھی پردہ کی اتنی اہمیت!!! اللہ تعالیٰ ہماری بہنوں کو اسلامی پردہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

سزا کا طریقہ

اس زمانے میں اس طرح کی سزا کے لیے میدان میں لے جاتے اور لوگ وہاں جمع ہوتے پھر پتھر مارتے، اسی طرح یہاں بھی سب نے مل کر اس کو اتنے پتھر مارے کہ اس کی جان نکل گئی، یہ شریعت کی سزا ہے، کہ جو مرد یا عورت شادی شدہ ہو اور وہ زنا کرے تو اس کو سب کے سامنے لا کر پتھر مار کر ختم کر دیا جاتا ہے۔

شادی سے پہلے زنا کرے تو اس کی سزا

اگر شادی سے پہلے کوئی زنا کرے- چاہے وہ مرد ہو یا عورت- اس کی سزا

شریعت نے کوڑے مارنے کی رکھی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ، وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝۲ [النور]

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد، سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے تم مارو، اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تم کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے دین (کی حد جاری کرنے) میں کسی قسم کا رحم نہ آوے اور ایمان والوں کا ایک مجمع ان دونوں کی سزا کو اپنی آنکھ سے دیکھے۔

قرآن کی عجیب ترتیب

بہنو! ناراض مت ہونا، میں آپ کو قرآن کی ایک بات بتاؤں، اگر آپ کو برا لگ جائے تو پیشگی (ایڈوانس) معافی (Sorry) کہتا ہوں، یہ اوپر والی آیت سورۂ نور کی آیت ہے، اس میں اللہ نے پہلے نمبر پر عورت کا ذکر کیا ہے، عربی جاننے والی بہنیں اس کو جانتی ہیں کہ اس میں پہلے عورت کا ذکر ہے پھر مرد کا ذکر کیا ہے، اور جہاں چوری کی سزا کا ذکر ہے وہاں اللہ نے پہلے مرد کا ذکر کیا ہے، جیسے کہ اللہ کا فرمان:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝۳۸ (المائدۃ)

ترجمہ: اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت سو تم ان دونوں کے (پہنچوں سے) ہاتھ کاٹ دو، یہ ان دونوں کے کیے ہوئے کام کا بدلہ ہے (اور یہ)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے زبردست، بڑی حکمت والے ہیں۔

دیکھو! یہاں چوری کے معاملے میں اللہ نے پہلے مرد کو ذکر کیا ہے اور عورت کو دوسرے نمبر پر ذکر کیا ہے، اس پر مفسرین نے بڑی عجیب بات لکھی ہے کہ چوری کا گناہ اور اس کی عادت مردوں میں زیادہ ہوتی ہے؛ اس لیے اس معاملے میں مرد کا ذکر اللہ نے پہلے کیا ہے؛ لیکن زنا کے معاملے میں اللہ نے عورت کو پہلے بیان کیا۔

میری بہنو! حقیقت ہے کہ اگر ہماری بہنیں خود اپنی ذات پر کنٹرول کرلیں تو ان شاء اللہ! زنا وجود میں نہیں آئے گا؛ گویا کہ یہ زنا ہماری ہی غلطی سے ہوجاتا ہے، بہنوں کا بے پردہ رہنا اور سجاوٹ کے ساتھ گھر سے نکلنا، پرائے مردوں سے ناجائز تعلق رکھنا یہ سب ذریعہ بنتا ہے؛ اس لیے قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں عورت کو پہلے ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری تمام بہنوں اور بھائیوں کی اس گناہ سے حفاظت فرمائے اور اس گناہ سے سچی پکی توبہ نصیب فرمائے۔

سچی توبہ کا انعام

بہرحال! اس عورت کو پتھر مارے گئے، جس سے اس کی موت واقع ہوگئی، میری بہنو! یہ عورت تھی جس نے جان دے دی اور اللہ کے حکم کو پورا کیا، توبہ کرلی اور گناہ سے پاک ہوکر دنیا سے رخصت ہوئی، یہ اسلامی سزا ہے؛ لیکن یہ سزا جہاں اسلامی حکومت ہوتی ہے وہاں جاری کی جاتی ہے۔

جس وقت اس کو پتھر مارے جارہے تھے، تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے

بھی اس عورت کے سر پر ایک پتھر مارا، اس عورت کے سر سے خون کا ایک قطرہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے منہ پر پڑا، تو وہ اس عورت کو برا بھلا کہنے لگے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ:

اے خالد! اس کو برا مت کہو، اللہ تعالیٰ کی قسم! اس عورت نے جو توبہ اور معافی مانگی ہے وہ اتنی بڑی ہے کہ کوئی غلط ٹیکس لینے والا بھی اگر اس عورت جیسی توبہ کرتا تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی۔

دیکھو بہنو! اس عورت نے کتنی بڑی قربانی دی کہ اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا، اپنی جان کی قربانی دی اور دنیا سے رخصت ہو گئی؛ یعنی گناہ کی سزا میں اس نے موت کو پسند کر دیا۔

اس کے بعد اس عورت کو غسل اور کفن دیا گیا، نمازِ جنازہ کی تیاری ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے کی نماز پڑھانے جا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے آئے اور کہنے لگے کہ: حضور! آپ اس کی جنازے کی نماز پڑھاتے ہو؟

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا: اے عمر سنو! اس نے جو توبہ کی ہے اگر اس توبہ کو مدینہ کے ستر (۷۰) لوگوں پر بھی تقسیم کر دی جائے تو اللہ ان ستر (۷۰) لوگوں کو بھی معاف کر دے گا۔

کیسی خوش نصیب عورت تھی جس کی جنازے کی نماز خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی!!

عجیب توبہ

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ والا واقعہ جو میں نے مختصراً سنایا، اس واقعے میں تو حدیث

شریف میں یہ بھی ہے کہ ان کو پتھر مار کر مار دیے جانے کے بعد خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ.

یقیناً ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کا ثواب پوری امت پر تقسیم کیا جائے تو وہ سب کے لیے کافی ہو جائے۔ (مظاہر حق جدید: ۳۶۱/۴)

اس واقعہ سے ایک اہم نصیحت

بہنو! اس عورت کے واقعے سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ ہم سے اگر گناہ ہو جائے تو ہم کو بے چینی ہونے لگے اور فوری طور پر اللہ تعالیٰ سے سچی پکی توبہ کر لیں، اللہ بڑے معاف کرنے والے اور بخشنے والے ہیں۔

رمضان کی مبارک راتیں اور مبارک دن ہیں، ان مبارک دنوں اور راتوں میں ہم کو یہ کام کرنا ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے سچی اور پکی توبہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ پر پورا یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے گناہ معاف کر دیے ہیں۔

گناہ پر گواہ

یاد رکھو! زمین کے جس حصے پر ہم گناہ کرتے ہیں قیامت کے دن زمین کا وہ حصہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا، بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا. (الزلزال)

ترجمہ: اس روز زمین اپنی ساری باتیں (اور خبریں) بتا دے گی ﴿۴﴾ اس لیے کہ تمھارے رب نے اس کو یہی حکم دیا ہوگا۔

اسی طرح ہم ہمارے بدن کے جس حصے سے گناہ کریں گے وہ بھی کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دے گا:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓي اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۶۵ [یس]

ترجمہ: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور جو (گناہ) وہ کماتے تھے ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے۔

یعنی قیامت کے دن آنکھ، کان، ناک، سب گواہی گوہی دیں گے، اسی طرح ہمارے ساتھ ہر وقت رہنے والے دو فرشتے ''کراماً کاتبین'' بھی گواہی دیں گے، اسی طرح جس دفتر میں گناہ لکھے گئے ہیں وہ دفتر بھی اللہ کے سامنے گواہی دے گا:

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا، وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۝۴۹ [الکہف]

ترجمہ: اور کتاب (یعنی اعمال نامہ) رکھ دی جائے گی، سو (اس وقت) تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اس (کتاب) میں لکھی ہوئی باتوں سے ڈرتے ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے: ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب (یعنی اعمال نامہ) ہے کہ اس نے کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں چھوڑا جس کا پورا احاطہ نہ کرلیا ہو اور وہ اپنا تمام کیا ہوا سامنے موجود پائیں گے اور تمھارے رب کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ چار گواہ ہمارے گناہوں پر گواہی دیں گے: ① جگہ۔ ② بدن۔ ③ فرشتے۔ ④ اعمال نامے کا دفتر۔

لیکن لکھا ہے کہ: جب کوئی مسلمان بندہ یا بندی سچے دل سے توبہ کر کے آنسوں بہالے تو اللہ تعالیٰ زمین کو بھلا دیتا ہے، اسی طرح بدن اور فرشتوں کو بھی بھلا دیا جاتا ہے اور جس دفتر میں گناہ لکھا ہوا ہوتا ہے وہاں سے بھی مٹا دیا جاتا ہے، ان سب کو اللہ تعالیٰ بھلا دیتے ہیں، دیکھو! کتنی بڑی مہربانی اللہ تعالیٰ کی ہے!!!

میری دینی بہنو! آج ہی ہم نیت کرلیں کہ جو گناہ ہم کرتے ہیں، اس کو چھوڑ دیں گے، گناہ کے بارے میں دل میں بے چینی پیدا کریں گے، اللہ سے گناہ نہ کرنے کا سچا اور پکا وعدہ کریں گے اور پکا ارادہ کریں گے، اسی طرح اگر کسی کا کوئی حق ہے تو اس کو ادا کر کے اس سے بھی معافی مانگ لیں گے، اللہ ہم سب کی مغفرت فرمائے، آمین۔

بے انتہا رحمتِ الٰہی

دیکھو! حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے حقیقی چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے تو وہ ظالم عورت ہندہ ان کی لاش پر بیٹھ گئی اور ان کے کان، ناک، کاٹ لیے اور ان کا پیٹ چیر کر اس میں سے کلیجہ نکال کر غصے میں اپنے دانتوں سے اس کو چبا لیا تھا؛ لیکن جب اس ظالم ہندہ نے سچی توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی معاف کر دیا اور وہ صحابیہ عورت بن گئی، اب ہم اس کو بہت احترام کے ساتھ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں، اللہ اکبر! کتنا بڑا مہربان وہ خدا ہے کہ ایسی ظالمہ کو معاف کر دیا؛ اس لیے ہم بھی سچی توبہ کریں گے، تو اللہ ہم کو بھی معاف کر دے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ!

توبہ اور استغفار میں فرق

یہ مضمون تو توبہ کے متعلق بیان کیا گیا، اس کے قریب قریب استغفار کا لفظ بولا

جاتا ہے، بعض بزرگوں نے دونوں کے درمیان میں ایک فرق بھی بیان کیا ہے کہ:

توبہ کا مطلب ہوتا ہے بری حالت چھوڑ کر اچھی حالت پر آ جانا، گناہوں والی زندگی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والی زندگی کو اپنا لینا؛ یعنی زندگی کو بدل دینا، اچھی بنا دینا یہ توبہ کہلاتی ہے۔ اور اب تک جتنے گناہ ہو چکے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، یہ استغفار کہلاتا ہے؛ یعنی پچھلے زندگی میں جو گناہ ہو گئے اس پر استغفار کرو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ کر لو۔

استغفار پر ایک عجیب واقعہ

ہمارے بزرگوں میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے قرآنِ مجید کی ایک تفسیر لکھی ہے، جس کا نام ''فتح العزیز'' ہے، جو ''تفسیرِ عزیز'' کے نام سے مشہور ہے، اس میں شاہ صاحب نے استغفار کے فوائد پر ایک عجیب واقعہ لکھا ہے، اس کو نقل کرنے والے حضرت ربیع بن صبیح ہیں، جو مشہور محدث اور ترمذی شریف کے راویوں میں سے ہیں، وہ حسن بصریؒ سے واقعہ نقل کرتے ہیں:

ایک شخص حضرت حسن بصریؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ: قحط ہوا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ: استغفار کیا کرو۔

پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے رزق کی تنگی کی شکایت کی اور کہا کہ: دعا کیجے کہ اللہ تعالیٰ رزق میں کشادگی عطا فرمائے۔

حضرت حسن بصریؒ نے اس کو فرمایا کہ: استغفار کیا کرو۔

پھر ایک تیسرا آدمی آیا، اس نے کہا کہ: میرے یہاں لڑکا نہیں ہوتا، دعا کیجیے

کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عنایت کریں۔

حضرت حسن بصریؒ نے اس کو بھی کہا کہ: استغفار کیا کرو۔

پھر ایک چوتھا آدمی آیا، اس نے کہا کہ: میری کھیتی باڑی میں کچھ پیداوار نہیں ہوتی؛ یعنی اناج اور پھل نہیں ہوتے ہیں۔

آپ نے اس کو بھی استغفار کے متعلق فرمایا۔

حضرت ربیع بن صبیحؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت حسن بصریؒ سے عرض کیا کہ: آپ نے ان چاروں کو ایک ہی بات کی نصیحت کی کہ: استغفار کرو؛ حالاں کہ چاروں کی تکلیفیں الگ الگ تھیں؟

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ: میں نے چاروں کو جو ایک ہی علاج استغفار بتلایا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں بتلایا؛ بلکہ حق تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں یہ فرمایا ہے کہ ان چاروں قسم کی آفتوں کا علاج استغفار ہے، پھر حضرت حسن بصریؒ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ [النوح]

ترجمہ: سو میں نے (ان سے) کہا کہ: تم اپنے رب سے استغفار کرو، یقین رکھو وہ بہت معاف کرنے والے ہیں ﴿۱۰﴾ وہ تمھارے اوپر آسمان سے خوب بارش برسائیں گے ﴿۱۱﴾ اور تمھارے مال اور اولاد میں مدد کریں گے اور تمھارے لیے باغات پیدا کردیں گے اور تمھارے لیے نہریں جاری کردیں گے۔

استغفار کے فوائد

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۳ [هود]

ترجمہ: اور یہ کہ تم (اپنی پچھلی نافرمانی پر) اپنے رب سے معافی مانگو، پھر (آئندہ کے لیے بھی) اس کی طرف رجوع کرو، وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو مقررہ وقت تک (زندگی سے) اچھا فائدہ اٹھانے کا موقع دیں گے اور جس نے بھی زیادہ عمل کیا ہوگا اس کو اپنی طرف سے فضل (یعنی جنت) دیں گے اور اگر تم منہ پھراؤ گے تو میں تمھارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

یعنی استغفار کی برکت سے روزی میں برکت بھی دیں گے اور دنیا و آخرت کی زندگی اچھی طرح گزرے گی۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۵۲ [هود]

ترجمہ: اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے معافی مانگو، پھر اس کے سامنے توبہ کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائیں گے، اور تمھاری (ابھی موجود) قوت کو زیادہ کر کے تمھاری طاقت کو بڑھا دیں گے اور تم لوگ گنہگار بن کر (ایمان سے)

مت پھر جاؤ۔

یعنی استغفار کی برکت سے مال زیادہ ہوگا، اولاد بڑھے گی، بدن میں قوت بڑھے گی، خوش حالی میں ترقی ہوگی، روحانی اور ایمانی قوت بھی زیادہ ہوگی۔

ہمارے گجرات کی ایک سعادت مندی

حضرت ربیع بن صبیحؒ جن کا اوپر ذکر ہوا، یہ بہت بڑے داعی اور دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے جان ومال کی قربانی دینے والوں میں سے تھے، کہتے ہیں کہ: صحابہ یا تابعین کے دور میں اسلام کی دعوت لے کر جو قافلہ سب سے پہلے گجرات کی سرزمین میں آیا، ان میں حضرت ربیع بن صبیحؒ بھی تھے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے اور شہر بھروچ کے قریب ’’بھاڑبھوت‘‘ میں آپ کا مزار ہے۔

ایک مرتبہ بھروچ ضلع کے ایک مدرسے کے سالانہ جلسے میں جانے کی میری سعادت ہوئی تو میں قصداً بھاڑبھوت کے ارادہ سے جلدی نکل گیا، عصر سے پہلے میں بھاڑبھوت پہنچ گیا، کہتے ہیں کہ: جہاں حضرت ربیع بن صبیحؒ کا مزار ہے، وہ حصہ ’’دریائے نرمدہ‘‘ میں ہے، اور گرمی کے موسم میں پانی جب کم ہوجاتا ہے تو مزار دیکھنے کو ملتا ہے، پہلے اس جگہ پانی نہ ہوگا، بعد میں بہاؤ بدلنے کی وجہ سے یا دریا کی چوڑائی بڑھنے کی وجہ سے مزار والا حصہ پانی میں آگیا۔

زیارتوں سے فارغ ہوکر جب عصر کی نماز کے لیے مسجد پہنچا تو پتہ چلا کہ آج بھاڑبھوت میں گشت کا دن ہے، مسجد میں موجود حضرات کے اصرار پر عصر کی نماز کے بعد دین کی بات عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، بیان کے دوران اللہ تعالیٰ کی

توفیق سے ایک بات یہ کہی کہ: بھاڑ بھوت والوں کی ایک جماعت بیرون کے لیے بنانی چاہیے اور وہ جماعت بصرہ بھیجنی چاہیے کہ اہلِ بصرہ نے صدیوں پہلے بھاڑ بھوت میں جو دین کی امانت پہنچائی تھی، آج اہلِ بصرہ اس کے ضرورت مند ہیں، ان کو دین کی امانت پہنچانی چاہیے۔

خیر! یہ بات تو حضرت ربیع بن صبیحؒ کے تذکرہ سے آپ کی خدمت میں عرض کردی۔

استغفار پر ایک اور عجیب واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھ شہر سے باہر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگنے کے لیے تشریف لے گئے، اس کو ہمارے یہاں ''استسقاء'' کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے؛ تاکہ دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے پانی مانگیں؛ لیکن منبر پر چڑھ کر صرف استغفار کیا اور منبر سے اتر گئے اور مکان کی طرف چل نکلے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکان پہنچ گئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ: آپ نے تو بارش کی دعا ہی نہیں کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ: میں بہت مضبوط سبب کے ذریعہ بارش مانگی ہے؛ یعنی استغفار کرنا یہ بارش حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ

عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿١٢﴾ [النوح]

بس تھوڑی دیر میں بارش شروع ہوگئی، اور اتنی بارش ہوئی کہ قحط دور ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ استغفار میں ہمارے لیے آخرت کا تو فائدہ ہے ہی، دنیا کے بھی بہت سارے فائدے ہیں، مثلاً روزی میں برکت، کھیتی باڑی میں برکت وغیرہ۔

روزی کی تکلیف کے سلسلے میں وظیفہ یا تعویذ مانگنے والوں کے سلسلے میں بندے کا معمول

بہت سارے مسلمان بھائی روزی اور اولاد کی پریشانی کے سلسلے میں دعا کروانے آتے ہیں، تعویذ، وظیفہ طلب کرتے ہیں، تو میں ہمیشہ ان کو دھیان اور توجہ کے ساتھ استغفار کو زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی تاکید کرتا ہوں؛ چوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بتلایا ہوا وظیفہ ہے، جس کا مجرب ہونا یقینی ہے۔

خود حضرت نبی کریم ﷺ دن میں ۷۰ یا ۱۰۰ مرتبہ استغفار فرماتے تھے؛ اس لیے ہمیں تو اس سے بھی زیادہ استغفار کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو کثرت سے استغفار کرنے والا اور توبہ کرنے والا بنائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

تعلیم، تزکیہ، دعوت:
تینوں کام نہایت ضروری

ایک ضروری التماس

ایک مرتبہ رمضان میں گجرات کے سابق امیرِ تبلیغ حضرت مولانا عبد الغنی صاحب مرحوم احمد آباد والے کے ساتھ جماعت میں جانے کی سعادت حاصل ہوئی، بعد میں الحاج سلیمان بھائی ممایا مرحوم بمبئ والے بھی اس جماعت میں شامل ہوئے، مولانا مرحوم نے فرمایا: میرے ہر ماہ کے تین دن کا ہفتہ طے ہے کہ مثلاً میں چوتھے ہفتے میں تین دن لگاتا ہوں، اب پورے خاندان میں یہ بات مشہور ہوگئی ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ کسی کی شادی یا دعوت طے ہوتی ہے تو وہ میرے تین دن کا ہفتہ اور تاریخ دیکھ کر طے کرتے ہیں اور وہ آپس میں بات کرتے ہیں کہ: مولوی صاحب کے تین دن والی تاریخ کو سامنے رکھ کر دوسرے کسی ہفتے میں شادی طے کرو؛ ورنہ مولوی صاحب تو اپنے وقت پر جماعت میں چلے ہی جاویں گے، اور وہ ہماری شادی میں شرکت نہ کریں گے؛ اس لیے ان کو شریک کرنا ہو تو ان کی ترتیب سے شادی طے کرو۔

اس لیے ہم بھی دینی تقاضوں؛ یعنی تعلیم، جماعت میں جانا اس کو دوسرے دنیوی خاص کر غیر ضروری تقاضوں پر مقدم رکھیں، شادی اور غیر ضروری کاموں کو چھوڑ دیں۔

ایک مرتبہ ہمارے سورت کے مشہور ذمے دار مرحوم الحاج ابراہیم بھائی سائیکل والا کے ساتھ جماعت میں جانے کی سعادت حاصل ہوئی، مرحوم بہت ہی حکمت سے ساتھیوں کو چلاتے، دعا اور کوشش کے ذریعہ دینی فکریں پیدا کرتے اور میری طالبِ علمی کے زمانے میں جب بھی ملاقات ہوتی، ہدیہ دیتے، دعائیں دیتے۔

ہمیں بھی ہمارے ذریعہ دوسروں میں دینی فکر بیدار ہو، اس کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو حج کے سفر میں موت عطا فرمائی۔

ہمارے بارڈولی بستی میں مستورات میں تبلیغ کا کام شروع کرنے میں والدہ مرحومہ کا بڑا حصہ ہے، ان کی مغفرت کے لیے خصوصی دعائیں کریں، ایک مرتبہ میرے مشفق نظام الدین مرکز کے بزرگ حضرت مولانا موسیٰ صاحب سامرودی مدظلہ العالی مجھ سے پوچھنے لگے: والدہ کے انتقال کے بعد کبھی خواب میں دیکھا؟ میں نے کہا کہ: ہاں! الحمدللہ! بہت ہی اچھی حالت میں ان کو دیکھا۔

نظام الدین مرکز پر مدرسہ کاشف العلوم بھی قائم ہے، میرے علم کے مطابق صوبہ گجرات کے اول طالبِ علم جنھوں نے وہاں دورہ سے تکمیل کی، میرے بھائی مولانا محمد صاحب ہیں، میرے علم کے مطابق ہمارے بارڈولی کے علما میں سب سے اول جماعت میں انھوں نے ہی سال لگایا، انھیں کی برکت سے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ، حضرت مولانا ابرہیم صاحب دیولا مدظلہ، حضرت مولانا زبیر صاحب مدظلہ، حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی کی خدمت کا بار بار موقع ملا۔

بھائی محترم کی برکت سے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولا دامت برکاتہم، حافظ پٹیل صاحب مدظلہ کے مبارک قدم ہمارے گھر میں آئے۔

بھائی کی برکت سے بندہ کو نظام الدین پر قیام کا موقع ملا، نفحۃ العرب اور ابوداؤد شریف کا کچھ حصہ شیخ الادب ومحدث حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان نسبتوں کی برکت سے دنیا وآخرت میں مالا مال فرمائے، آمین۔

ہمارے یہاں جامعہ ڈابھیل میں شعبۂ تحفظ شریعت قائم ہے، بہت سے معترضین خاص

کر غیر مقلدین دعوت کے کام پر اور فضائلِ اعمال پر اشکالات کرتے ہیں، ہمارے عام دعوت کے ساتھیوں کو پریشان کرتے ہیں، دعوت کے ساتھی ایسے معترضین سے ہماری ملاقات کرواتے ہیں، بندہ اور اس شعبۂ تحفظِ شریعت کے میرے رفیقِ محترم مفتی ابوبکر صاحب دعوت کی مبارک محنت پر اور فضائلِ اعمال پر اشکال کرنے والوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں، دلائل پیش کرتے ہیں، اور دعوت کے کام کی حقانیت واضح کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کاموں کو قبول فرمائے، اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے، آمین۔

الحمدللہ! دنیا کے مختلف ملکوں میں دینی نسبت پر سفر ہوتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کے حالات قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا ہے، جب بھی سفر سے واپسی ہوتی ہے تو ہمارے طلبۂ عزیز کارگزاری کی ضرور درخواست کرتے ہیں، اور بندہ کارگزاری سنا بھی دیتا ہے، اور کارگزاری سے فائدہ بھی بہت ہوتا ہے۔

یہ بیان بھی طلبہ کی درخواست پر بدھ کو جامعہ ڈابھیل کی مسجد میں کیا گیا، ہر بدھ کو ہمارے جامعہ میں تبلیغ کے عنوان سے بیان اور تشکیل ہوتی ہے، جمعرات، جمعہ کو طلبہ اطراف میں جماعت میں جاتے ہیں، طلبہ ہی کی درخواست پر ریکاڈر سے بیان نقل کر کے شائع کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيدنا محمد و على آله و أصحابه أجمعين ، أمّا بعد:

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

اُدْعُ إِلِى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَن سَبِيْلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ.

و قال تعالىٰ: وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ الله إِنَّ الله شَدِيْدُ الْعِقَاب.

و قال تعالىٰ: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُون.

و قال تعالىٰ: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ.

عزیز طلبہ! اِس سے پہلے کئی مرتبہ بدھ کی مجلس میں آپ کی درخواست پر دعوت وتبلیغ کی اہمیت پر اللہ کی رضا کی خاطر بات چیت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، نیز دعوت کے کام کی برکت سے جو فوائد دنیا کے مختلف ملکوں میں اور ہمارے ملک میں اپنی آنکھوں سے دیکھے، مشاہدے میں آئے وہ بھی میں نے آپ کو کئی مجلسوں میں سنائے، جس کو ہم کارگزاری کہتے ہیں۔ پھر امت کے نازک حالات اور دین کے لیے محنت کی

ضرورت الحمدللہ! آپ کے سامنے کئی مرتبہ پیش کی گئی، آج کی مجلس میں دعوت وتبلیغ ہی کی نیت سے ایک اہم پہلو پر گفتگو کرنی ہے، میں بھی اللہ سے دعا کرتا ہوں، آپ بھی دعاء کیجیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حق بات کہلوائے، آمین۔

اللّٰهم أرنا الحق حقا و أرزقنا اتباعه و أرنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه.

نظام الدین مرکز سے ایک جماعت جامعہ محمودیہ میرٹھ گئی تھی، وہاں حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم کا بیان ہوا، جو جامعہ محمودیہ سے شائع ہونے والے رسالہ ''المحمود'' کے اِس ماہ کے شمارے میں چھپا ہوا ہے، اس تقریر کی چند باتیں اور دیگر کتابوں اور دوسرے اکابرین امت کی چند باتیں ان شاءاللہ! آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

دعوت وتبلیغ کی محنت کا مقصد

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب نے اپنے بیان کے آغاز میں فرمایا کہ: حضرت مولانا الیاس صاحبؒ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری اس محنت کا مقصد ''إحیاء جمیع ماجاء به رسول اللهﷺ'' ہے؛ یعنی جن چیزوں کو لے کر نبیٔ کریم ﷺ کو بھیجا گیا تھا ان تمام چیزوں کو امت میں مکمل زندہ کرنا؛ یہ ہے اس کام کا مقصد۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد قرآن کی روشنی میں

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد کیا ہے؟ قرآن میں ایک سے زیادہ مقام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان فرمایا ہے؛

یعنی جو حضور کو بھیجنے والے ہیں وہی حضور ﷺ کو بھیجنے کا مقصد بیان فرمارہے ہیں۔

کہیں تو ان الفاظ میں فرمایا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ [البقرہ]

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور آپ ان (مکہ کے رہنے والوں) ہی میں سے ایک رسول بھیجیے جو ان کے سامنے آپ کی (یعنی قرآن کی) آیتوں کی تلاوت کیا کرے، اور ان (انسانوں) کو کتاب (یعنی قرآن) اور حکمت کی باتیں سکھلایا کرے اور ان کو (ظاہری و باطنی گندگی سے) پاک صاف بنائے، یقیناً آپ تو بڑے زبردست بڑے حکمت والے ہیں۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے مبارک الفاظ ہیں، انھوں نے بیت اللہ کی تعمیر کی وقت اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں مانگی اس میں ایک دعا آپ ﷺ کی بعثت کے متعلق مانگی تھی۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ [آل عمران]

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جب کہ ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک ایسے رسول بھیجے جو ان کے سامنے اس (اللہ تعالیٰ) کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کو (ظاہری و باطنی گندگی سے) پاک صاف کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں، اور یقینی بات ہے کہ

وہ (رسول کے تشریف لانے سے) پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

کہیں فرمایا: هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴿۲﴾[جمعة]

ترجمہ: وہی (اللہ تعالیٰ) ہیں جنھوں نے (عرب کے) اُمّی (یعنی ان پڑھ) لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس (اللہ تعالیٰ کے قرآن) کی آیتیں ان کے سامنے پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاکیزہ بناتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھلاتے ہیں؛ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

ان آیات میں آپ ﷺ کی بعثت کے بڑے بڑے مقاصد بتائے گئے ہیں۔

قرآنِ مجید کی ان آیات کی روشنی میں حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد کا خلاصہ، بعثت کا مقصدِ اول تلاوتِ کتاب

میرے مرشدِ ثانی شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ: تلاوتِ کتاب کے تین شعبے ہیں:

① ناظرہ: جس کی تعلیم ہمارے یہاں مکاتب میں ہوتی ہے۔

② حفظ: جس میں قرآن کی حفاظت صدری ہوتی ہے۔

③ تجوید: یعنی قرآنِ مجید کو صحیح طریقہ سے پڑھنا؛ جس طرح نازل ہوا اس طرح پڑھنا۔

دوسرا اہم مقصد: تعلیمِ کتاب اور حکمت

قرآنِ مجید کی تعلیم، الفاظ کی تعلیم کے ساتھ معانی، مضامین، مفاہیم اور احکام کی تعلیم ہے؛ اس کے دو حصے ہیں:

① فرضِ عین۔ ② فرضِ کفایہ۔

ایک مؤمن کو اپنی زندگی گذارنے کے لیے جن بنیادی دینی معلومات کی ضرورت پڑتی ہے اس کو سیکھنا اس کے لیے فرضِ عین کے درجے میں ہے، اس کا بھی بہت سارا حصہ الحمد للہ! ہمارے یہاں مکاتب میں ہو جاتا ہے، کچھ حصہ جو فرضِ عین کا باقی رہ جاتا ہے، اس کے لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ علما و مفتیانِ کرام سے رجوع کرلیں اور ان سے سیکھ لیں، یہ قرآن میں اللہ کا حکم ہے:

فَسْــئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اگر تم کو خبر نہیں ہے تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو۔

دین کا علم فرضِ عین

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے، کونسی کونسی چیزیں سیکھنا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں:

① اسلام کے صحیح عقائد۔

② پاکی ناپاکی کے مسائل۔

③ نماز، روزہ، فرض اور واجب عبادت کے مسائل۔

④ حرام اور مکروہ چیزوں کا علم۔

⑤ مال والا آدمی جس کے پاس نصاب کے بقدر مال ہو اس کے لیے زکوۃ کے مسائل۔

⑥ جس پر حج فرض ہو اس کے لیے حج کے مسائل۔

⑦ جس کو خرید نے بیچنے کا کاروبار کرنا ہو یا مزدوری کرنی ہو اس کے مسائل۔

⑧ نکاح کے وقت شادی کے متعلق مسائل۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو کام شریعت کی طرف سے ہر انسان کے ذمے فرض اور واجب ہے اس کے مسائل کا علم سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

اسی طرح جن اعمال کا تعلق انسان کے باطن اور دل سے ہے اور جو چیزیں باطنی اعتبار سے حرام ہیں، ان کا علم بھی فرضِ عین ہے، جیسے جو عقیدے باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسی طرح صبر، شکر، توکل، قناعت بھی ایک خاص درجہ میں فرض ہے، ان کی حقیقت کا علم اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ سیکھنا بھی فرضِ عین ہے۔

اسی طرح حسد، تکبر، غرور، بغض، بخل اور دنیا کی حرص وغیرہ کی حقیقت سیکھ کر اس سے بچنے کا طریقہ معلوم کرنا بھی فرضِ عین ہے۔

دوسری چیز ہے فرضِ کفایہ

مکمل شریعت کا علم حاصل کرنا، پورے قرآنِ مجید کے معانی ومسائل کو سمجھنا، حدیث شریف کے ذخیرہ کو سمجھنا، قرآن وحدیث سے جو احکام نکلتے ہیں اس کے

مسائل کو سیکھنا، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم، حضرات تابعینؒ، ائمۂ مجتہدین کی باتوں سے واقف ہونا، یہ بہت بڑا کام ہے، اس کے لیے پوری عمر اور پورا وقت لگا کر حاصل کرنا بھی مشکل ہے، اس لیے یہ سب چیزیں فرض کفایہ ہیں، یہ مقصد پورا ہوتا ہے دار العلوم میں، مدارسِ عربیہ میں اور اس نہج کے اسلامی اداروں میں جن میں اسلامیات کا مکمل کورس پڑھایا جاتا ہے۔

بحمد اللہ! اس اہم مقصد کے لیے مکمل دین حاصل کر کے اپنی زندگی اللہ کی مرضی والی ہو جاوے اور ہم دوسروں کو اللہ کا مکمل دین پہچاویں اس کے لیے ہم یہاں مدرسہ میں آئے ہیں۔

گویا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ فرضِ کفایہ اور فرضِ عین دونوں ذمے داریوں کی ادائیگی کے لیے اللہ نے ہمیں قبول فرمایا ہے اور ان دینی مدارس میں ہم کو بھیجا ہے۔

بعثت کا تیسرا مقصد: تعلیمِ حکمت

اس میں حکمت، دانائی اور گہرائی کی باتیں امت کو بتانا ہے، یہ بھی آپ ﷺ کی ذمے داریوں میں سے تھا، آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل اور تقریر سے اس کی پوری وضاحت فرمادی اور سنت و احادیث کا بڑا ذخیرہ قیامت تک آنے والی امت کے لیے جمع ہو گیا۔

حضراتِ محدثین کو باری تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کے اخلاق و عادات اور طور و طریق جو قرآن کی عملی تفسیر ہے اس کو جمع کر کے امت تک پہنچایا۔

چوتھا مقصد: تزکیۂ نفوس

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد ہے تزکیۂ نفوس؛ یعنی دلوں کی صفائی ہے، قرآن میں کئی جگہ اس کی اہمیت بتائی گئی ہے، ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا ذکر فرمایا، اس کے اخیر میں فرمایا: ﴿ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى﴾ یہ جنت اسی کو ملے گی جو تزکیہ والا ہو، صاف ستھرا ہو۔

ایک جگہ فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ جس نے اپنے آپ کو صاف کرلیا، مزکیٰ بنالیا، وہ کامیاب ہوگیا۔

ایک جگہ فرمایا:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: جس دن نہ کوئی مال کام آئے گا نہ کوئی اولاد (کام آئے گی) ﴿۸۸﴾ اِلَّا یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والا (یعنی بے روگ) دل لے کر حاضر ہوگا (وہ نفع میں ہوگا)۔

جس کے دل میں کوئی روگ اور بیماری نہ ہو، شرک و کفر کی، حسد و کینہ کی، بغض و عداوت کی، تکبر و عجب کی، ریاکاری و خودنمائی کی اور دوسروں کی تحقیر کی۔

بیماریوں سے جو دل پاک ہو اس کو کہتے ہیں ''قلبِ سلیم''، جس میں کوئی بیماری نہ ہو، ایسے لوگ جنت میں جائیں گے، یہ ہے تزکیۂ نفوس؛ یعنی دلوں کی صفائی۔

یہ نبیٔ کریم ﷺ کی بعثت کے بنیادی مقاصد ہیں، ان کو ہمیشہ سامنے رکھیں۔

ایک امتی ہونے کی حیثیت سے ان تمام مقاصد کو اپنی اپنی بساط کے مطابق

ہمیں بھی انجام دینا ہے، یہ ہماری ذمے داری ہے۔

تزکیہ کے حصول کی جگہ

بعثت کا چوتھا مقصد ''تزکیہ'' ہے، یہ کہاں حاصل ہوگا؟ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔

ایک حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

لِکُلِّ شَيْءٍ مَعْدِنٌ، وَ مَعْدِنُ التَّقْوٰی قُلُوْبُ الْعَارِفِین. (فیض القدیر: ۵/ ۳۶۵)

ترجمہ: ہر چیز کی کان ہوتی ہے، اور تقویٰ کی کان اللہ کے نیک بندے عارفین کے دل ہیں۔

یہ کان نہیں (سر کے کان کی طرف اشارہ فرمایا) بلکہ معدن زمین کے اندر کے خزانہ کو کہتے ہیں جو قدرتی طور پر مدفون ہوتا ہے، اس کو انگریزی میں Mine، اردو میں ''کان''، عربی میں ''معدن'' اور گجراتی میں ખાણ کہتے ہیں۔

گویا تزکیہ والے مقصد کے حصول کی جگہ بھی بتلادی کہ صالحین کی صحبت میں رہو، اہلِ تقوی کی صحبت میں رہو، ان کے پاس جاؤ جس کو ہم خانقاہ کہتے ہیں، یہ مقصد خانقاہوں سے پورا ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے اوپر بیان کیے ہوئے چاروں کاموں کا حق ادا فرمادیا۔

دعوت و تبلیغ

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے کاموں میں سے ایک اہم کام دعوت ہے۔ دعوت

کا مطلب ہے ''اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانا''۔

دعوت میں سب چیزیں آ گئیں: فرائض، واجبات، سنن، محرمات، منہیات اور مکروہات۔

اوامر کو انجام دو اور نواہی سے بچو۔ جتنے اوامر ہیں، جتنے احکام ہیں، جتنے معروف ہیں، جتنے کرنے کے کام ہیں فرائض، واجبات، سنن، نوافل، مستحبات ان کو کرو اور دوسروں کو کرنے کے لیے کہو، یہ ہوگئی دعوت۔

اور نواہی سے بچو یعنی منکرات، محرمات، منہیات ان سب چیزوں سے خود بچو اور بچنے کی طرف بلانا یہ بھی ہوگئی دعوت۔ دعوت کے شعبے میں دونوں چیزیں آتی ہیں:

(۱) امر بالمعروف؛ بھلے کاموں کی طرف بلانا۔

(۲) نہی عن المنکر؛ برے کاموں سے روکنا۔

حضور ﷺ کا خاص وصف

آگے حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ العالی نے اپنے بیان میں ایک جملہ اور ارشاد فرمایا کہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے تعلیم، تزکیہ، دعوت ان تینوں کاموں کا حق ادا فرما دیا۔

تعلیم کا بھی حق ادا فرما دیا؛ آپ ﷺ معلم تھے، حدیث میں آتا ہے کہ:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً۔ (مشکوۃ شریف، کتاب العلم)

اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ﷺ نے تزکیہ کا بھی حق ادا فرما دیا، اور دعوت کا حق بھی ادا فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝٢ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝٥ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝٦

ترجمہ: اے لحاف میں لپٹنے والے! ﴿۱﴾ اٹھو! اور (لوگوں کو عذاب سے) ڈراؤ ﴿۲﴾ اور اپنے رب کی تکبیر کہو ﴿۳﴾ اور اپنے کپڑوں کو (اچھے طریقے سے) پاک رکھو ﴿۴﴾ اور (ہر قسم کی) گندگی (یا بتوں کی گندگی) سے دور ہی رہو ﴿۵﴾ اور (کسی پر) اس غرض سے احسان مت کرو کہ زیادہ وصول کرو۔

گویا بعثت کے مقاصد میں سے ہر مقصد کا حق آپ ﷺ نے کامل طور پر ادا فرمایا، تعلیم کا بھی، تزکیہ کا بھی، دعوت کا بھی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر شاہد بنانا

ان تمام چیزوں کے حقوق کی ادائیگی پر حجۃ الوداع والی وہ بات ہے:

أَلَا هلْ بَلَّغْتُ. (کنز العمال، حدیث نمبر: ۸۵۰۲، معجم بن عساکر، ج: ۲، ص: ۳)

قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا، بتلاؤ کیا جواب دو گے؟

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: ہم یہ گواہی دیں گے کہ آپ نے ہم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا اور خدا کی امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کی۔

حضور ﷺ نے تین مرتبہ شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا: ”اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ“ اے اللہ تو گواہ رہ۔

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کے پورے مجمع سے حضور ﷺ نے سوال فرمایا کہ: میری بعثت کے جو مقاصد تھے ان تمام مقاصد کو میں نے پورے طور پر انجام

دیے یا نہیں؟ بتاؤ!۔اس میں تمام مقاصد شامل ہیں:

تعلیم کا حق میں نے ادا کیا یا نہیں؟

تزکیہ کا حق میں نے ادا کیا یا نہیں؟

دعوت کا حق میں نے ادا کیا یا نہیں؟

گویا حجۃ الوداع والے اس ایک سوال میں یہ تمام سوالات شامل ہیں۔

اس پر صحابہ نے اقرار کیا یعنی حضور ﷺ نے تمام مقاصدِ بعثت پورے طور پر انجام دیے، کسی طرح کی کوئی کمی نہیں چھوڑی اور حضور ﷺ نے اس پر اللہ کو گواہ بنایا: "اللھم اشھد" اے اللہ! گواہ رہنا میں نے تینوں چیزوں کا حق ادا کر دیا اور یہ مجمع میرے سامنے اقرار کر رہا ہے۔

دین کے کام کے لیے قبولیت اللہ کا فضل واحسان

باری تعالیٰ کسی انسان کو اپنے دین کا علم عطا فرمائے اور دین کی خدمت کے لیے قبول فرمالے اس کا کرم اور احسان ہے، ہمارا کوئی کمال نہیں۔

اللہ تعالیٰ جن بندوں پر خصوصی کرم فرماتے ہیں ان کو قرآن اور دین کا علم سیکھنے سکھانے کے لیے قبول فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾

ترجمہ: پھر ہم نے (اس) کتاب کا وارث اپنے ان بندوں میں سے ان کو بنایا جن کو ہم نے چن لیا تھا۔

اِس آیتِ کریمہ سے عجیب فضیلت معلوم ہوئی ہے:

① آیت میں ''اصْطَفَيْنَا'' کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے ہم نے یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو منتخب اور پسندیدہ قرار دیا، خود اللہ تعالیٰ نے جن کو چن لیا، یہ لفظ زیادہ تر نبیوں اور فرشتوں کے لیے آیا ہے، جیسے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤي اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ.

دوسری جگہ ہے: اللّٰہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلا و من الناس.

گویا جو مبارک لفظ نبیوں اور فرشتوں کے لیے قرآن میں استعمال ہوا وہ اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو عطا فرمایا ہے، اس سے امت کی عظیم فضیلت ظاہر ہوئی۔

② حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''عبادنا'' آیت میں بندوں سے مراد امتِ محمدیہ کا ہر ہر انسان ہے، خاص کر علمائے کرام جو بلا واسطہ وارث بنے اور ان کے واسطے سے عام مسلمان وارث بنے۔

یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے زمین، روپیے، پیسے وراثت میں نہیں چھوڑے؛ بلکہ قرآن جیسی عظیم دولت وراثت میں چھوڑی، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کسی کا انتقال ہو جائے اور اس کے وارثوں کو بغیر محنت کے، بغیر کوشش کے مرحوم کے چھوڑے ہوئے ترکہ میں سے حصہ مل جاتا ہے، اسی طرح قرآنِ مجید کی عظیم دولت اس امت کو بغیر محنت کے دے دی گئی۔

حدیث شریف میں بھی ہے: انبیا درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑتے؛ بلکہ وہ وراثت میں علم چھوڑتے ہیں، ایک حدیث میں علما کو نبیوں کا وارث بتایا گیا۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے ''معارف القرآن'' میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن

اور حدیث کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ لگائے رکھا ہے، یہ نشانی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے ہیں، اور وہ اولیاء اللہ ہیں۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے میدان میں اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کو جمع فرماویں گے، پھر علما کو ایک الگ ممتاز جگہ پر جمع فرمائیں گے اور ارشاد فرمائیں گے:

میں نے اپنا علم تمھارے دلوں میں اسی لیے رکھا تھا کہ میں تم کو جانتا تھا (یعنی تم علم کا حق ادا کرو گے، علم حاصل کر کے خود عمل کرو گے، دوسروں کو پہنچاؤ گے) میں نے عذاب دینے کے لیے اپنا علم تمھارے سینوں میں نہیں رکھا تھا کہ تم کو عذاب دوں، جاؤ میں نے تمھاری مغفرت کردی۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ [المجادلة]

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں (ان کے) اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجوں کو اللہ تعالیٰ بلند کریں گے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

بخاری شریف میں غزوۂ خیبر کے عنوان میں ایک عجیب واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لیے کسی کے محتاج نہیں ہے

دو حدیثیں ہیں، دونوں کا خلاصہ عرض کرتا ہوں:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم دشمنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کے

لیے جنگ کرر ہے تھے، اس موقع پر ایک آدمی جو مسلمانوں کی جماعت میں تھا اور لوگ اس کو مسلمان سمجھتے تھے؛ حالاں کہ وہ منافق تھا، اس کے منافق ہونے کا عام صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم نہیں تھا، اس کا نام قزوان ظفری تھا، انصار کی ایک شاخ خاندانِ بنی ظفر سے اس کا تعلق تھا، اس آدمی نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن یہود کا زوردار مقابلہ کیا، اور عجیب کارنامے انجام دیے، جو دشمن اکیلا نظر آتا، اس کا پیچھا کرتا اور قتل کر دیتا، دشمنوں کا مقابلہ کرتے کرتے اس کو بھی بہت سارے زخم آئے۔

شام کو جب اس دن کی لڑائی بند ہوئی اور سب لوگ اپنے اپنے خیمے میں گئے، تو اس قزمان کی بہادری اور قربانیوں کا چرچہ ہونے لگا، آج اس نے بہت ہی عجیب طریقے سے دین کے لیے محنت کی اور دشمنوں کا زوردار مقابلہ کیا؛ گویا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اس کی اس بہادری اور دین کے لیے محنت سے بہت متأثر تھے، اس شخص کی ان قربانیوں کی بات نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب بات ارشاد فرمائی کہ:

وہ آدمی تو جہنمی ہے؛ یعنی جن کی دینی قربانیوں سے تم بہت متأثر ہو، اس کی قربانیوں کا چرچا کر رہے ہو، وہ آدمی تو جہنم میں جاوے گا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ بات سنی تو ان کو بہت تعجب ہوا کہ دین کے لیے ایسی قربانی دینے والا، بہادر آدمی جب جہنم میں جاوے گا تو ہمارا کیا ہوگا؟

اس پر ایک صحابی کہنے لگے: میں اس قزمان کے ساتھ رہوں گا، اس کا ہر ہر کام میں دیکھوں گا، وہ صحابی اس قزمان کے ساتھ ہو گئے، برابر اس کے کاموں کو دیکھنے لگے، اس قزمان کو بہت سارے زخم لگے تھے، اس زخم کی تکلیف سے وہ پریشان تھا، اور اس

نے خودکشی کرلی اور مرگیا اور خودکشی کی سزا تو جہنم ہے۔

جب یہ صحابی نے دیکھا کہ یہ خودکشی کرکے مرگیا تو فوراً نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ. میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے بالکل سچی بات فرمائی، آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، پہلے سے وہ ایمان والے تھے؛ لیکن آپ ﷺ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ سچی ثابت ہوئی، بڑی قربانی دینے والے کے لیے آپ ﷺ نے جہنمی ہونے کی خبر دی تھی اور ویسا ہی ہوا؛ اس لیے ایمان تازہ ہوگیا۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے تین بڑی عجیب باتیں ارشاد فرمائیں، جو ہم سب کے لیے نصیحت ہیں۔

① بہت سی مرتبہ آدمی کوئی عمل کرتا ہے، لگتا ایسا ہے کہ وہ عمل جنت میں لے جائے گا اور نظر بھی یہ آتا ہے کہ وہ عمل جنتی لوگوں کا عمل ہے؛ لیکن حقیقت میں وہ جہنم والا عمل ہوتا ہے، اخلاص کا نہ ہونا یا کوئی اور بات ہوجانے کی وجہ سے۔

اور بہت سی مرتبہ انسان کوئی عمل کرتا ہے جو ظاہر میں جہنمی والا عمل ہوتا ہے؛ لیکن حقیقت میں وہ آدمی جنتی ہوتا ہے؛ اس لیے کسی بھی انسان کے کسی ظاہری عمل کو دیکھ کر فیصلہ نہ کرو، حقیقت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے: هو أعلمُ بِمَنِ اتَّقٰی. وہ اللہ تعالیٰ دل کے حال کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ صحیح تقوی کس کے پاس ہے۔

② حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ذریعہ دو اہم باتوں کا اعلان کروایا، جنت میں صرف ایمان والا ہی داخل ہوگا اور جس کے پاس صحیح ایمان ہے وہی جنت میں جاوے گا۔

③ یہ بھی اعلان کروایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید، تقویت فاجر آدمی سے بھی کرواسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لیے کسی کے محتاج نہیں، فاسق وفاجر اور منافق سے بھی اللہ تعالیٰ اپنے دین کا کام لے سکتے ہیں۔

اس واقعے نے ہم کو تنبیہ کردی کہ دین کا کام کوئی ہماری جاگیر نہیں، جس کسی کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لیے قبول کرلے وہ سعادت مند ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھے، اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لیے ہم کو قبول فرمالے، تو ہمارا کوئی کمال نہیں ہے۔

قرآن مجید کی ایک چونکا دینے والی آیت

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ، ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۝۳۸

ترجمہ: اور اگر تم (اللہ کے دین سے) منہ پھراؤ گے تو وہ تمھاری جگہ دوسری (غیر) قوم کو لے آئیں گے پھر وہ تمھارے جیسے نہیں ہوں گے۔ (محمد: ۳۸)

اللہ تعالیٰ اپنے دین کے متعلق بڑے بے نیاز ہیں، وہ دین کا کام کسی سے بھی لے سکتے ہیں، وہ ہماری صلاحیت، ہمارے مال، ہمارے اوقات، ہماری زندگی کے محتاج نہیں، کیسی ڈرانے والی بات اس آیت میں ارشاد فرمائی گئی: اگر تم منہ پھراؤ گے، ہمارے دین کا کام اور اس پر عمل نہیں کرو گے تو تمھاری جگہ دوسروں کو کھڑا کردیا جاوے گا جو دین کے معاملے میں کمزوری، مداہنت اور نرمی کرنے والے نہیں ہوں گے۔

ایک نومسلم کی عجیب بات

بمبئ میں دعوت وتبلیغ کے کام کا مرکز کھوکھا بازار میں ہوا کرتا تھا، ایک مرتبہ ایک

جماعت بیرون ملک کی آئی ہوئی تھی، اس میں ایک نومسلم بھائی تھے، وہ بیان کر رہے تھے، دورانِ بیان انھوں نے مسلمانوں سے فرمایا:

تم خاندانی طور پر مسلمان ہو، تمھارے باپ دادا مسلمان تھے، تمھارا خاندان مسلمان؛ اس لیے تم مسلمان ہو گئے اور بغیر محنت کے خاندانی طور پر اسلام مل گیا، اس لیے تم نے قدر نہیں کی۔

اور ہم لوگوں کو یہ دین بڑی محنت اور قربانیوں کے بعد ملا ہے اور جو چیز محنت اور قربانی سے ملتی ہے، اس کی دل میں قدر و قیمت، اہمیت اور عظمت ہوتی ہے۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ دین کا کام کیسے لوگوں سے لے رہے ہیں، کسی زمانہ کے دین کے دشمنوں سے لے رہے ہیں، آج جو نومسلم ہیں وہ دین سیکھنے اور دین پر عمل کرنے کے سلسلے میں عجیب جذبہ رکھتے ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی قدر عطا فرمائے۔

ہر علاقہ میں مکمل دین کے جاننے والے افراد کا وجود

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: اور ایمان والوں کے لیے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ (ہر وقت) سب کے سب (جہاد کے لیے) نکل پڑیں؛ لہذا ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (جہاد کے لیے) نکلے؛ تاکہ (باقی لوگ جو جہاد میں نہیں گئے ہیں) وہ دین کی سمجھ حاصل کرنے میں محنت کریں؛ اور تاکہ جب ان کی قوم کے لوگ (یعنی مجاہدین) ان کے پاس واپس آئیں تو وہ (دین کی سمجھ حاصل کرنے

والے) ان (مجاہدین) کو (اللہ تعالیٰ کے احکام سکھلا کر) ڈراویں؛ تاکہ وہ (احکام کے خلاف کرنے سے) بچتے رہیں۔

اس آیت سے اشارہ ملتا ہے کہ ہر علاقے سے کچھ نہ کچھ افراد مکمل دین کا علم حاصل کریں اور مختلف علاقوں میں رہ کر مسلمانوں کی دینی ضروریات کے مواقع پر پوری رہبری کریں، یہ نہایت ضروری عمل ہے، یہ تو ہوگا نہیں کہ تمام افراد دین کا مکمل علم سیکھنے کے لیے فارغ ہو جائیں، اور تمام حضرات قتال کے لیے نکل پڑیں۔

خلاصۂ کلام

بحیثیت امتی ہونے کے ایک ایک امتی کی اہم ترین ذمے داری ہے کہ وہ ان تمام کاموں کو یعنی حضور ﷺ جن جن کاموں کو لے کر تشریف لائے، اس کے حقوق کو ادا کرے، ہر ایک امتی کو حضور ﷺ کی نیابت میں اور حضور ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ان تمام کاموں کا حق ادا کرنا ہے۔

سورۃ العصر کا عجیب مضمون

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

ترجمہ: زمانے کی قسم ﴿۱﴾ یقیناً انسان بڑے نقصان میں ہے ﴿۲﴾ ان لوگوں کے سوا جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اور آپس میں ایک دوسرے کو حق (یعنی سچے دین پر قائم رہنے) کی تاکید کرتے رہے اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر (یعنی تحمل پر قائم رہنے) کی تاکید کرتے رہے ﴿۳﴾ [العصر]

اس سورت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

اس سورت نے مسلمانوں کو ایک بڑی ہدایت یہ دی کہ ان کا صرف اپنے عمل کو قرآن وسنت کے تابع کر لینا جتنا اہم اور ضروری ہے اتنا ہی اہم یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایمان اور عملِ صالح کی طرف بلانے کی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کریں، ورنہ صرف اپنا عمل نجات کے لیے کافی نہ ہوگا، خصوصاً اپنے اہل وعیال اور احباب ومتعلقین کے اعمالِ سیئہ سے غفلت برتنا اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے اگرچہ خود وہ کیسے ہی اعمالِ صالحہ کا پابند ہو؛ اسی لیے قرآن وحدیث میں ہر مسلمان پر اپنی اپنی طاقت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کیا گیا ہے، اِس معاملے میں عام مسلمان؛ بلکہ بہت سے خواص تک غفلت میں مبتلا ہیں، خود عمل کرنے کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں، اہل وعیال کچھ بھی کرتے رہیں اس کی فکر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آیت کی ہدایت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

ذمے داری کے متعلق سوال

ایک حدیث میں فرمایا: أَلا كُلُّكُمْ راعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤلٌ عن رَعِيَّتِهِ فَالْإِمامُ الذي على الناسِ راعٍ و هو مسؤلٌ عن رعيته و الرجلُ راعٍ على اهلِ بيتِه و هو مسؤلٌ عن رعيته و المرأةُ راعيةٌ على بيتِ زوجِها و ولدِه و هي مسؤلةٌ عنهم و عبدُ الرجلِ راعٍ على مالِ سيدِه و هو مسؤلٌ عنه ،الا فكلكم راع و كلكم مسؤل عن رعيته.(مشكوة)

سنو! تم سب کے سب نگہبان ہو، تم میں سے ہر ایک سے اس کے ماتحت کے

بارے میں سوال ہوگا؛ چنانچہ امیر (بادشاہ) لوگوں پر نگہبان ہے، اس سے اپنے ماتحتوں (عوام) کے بارے میں سوال ہوگا اور بیوی اپنے شوہر کے گھر پر اور اس کی اولاد پر نگہبان ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا اور مرد کا غلام اپنے آقا کے مال کی دیکھ بھال کرنے والا ہے، اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا، غور سے سنو! تم سب کے سب نگران ہو اور تم سب سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال ہوگا۔

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک ذمے دار ہے، ہم میں سے ہر ایک سے ذمے داری کا سوال ہوگا۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری تمام قسم کے انسانوں کے لیے تھی، وہ اب امت کے ایک ایک فرد کی ذمے داری ہے اور اسی ذمے داری کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سوال فرمائیں گے کہ: تم نے اللہ تعالیٰ کا دین اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پہنچایا کہ نہیں؟ دین کی جو بات جانتے تھے وہ تم نے دوسروں کو پہنچائی کہ نہیں؟

دینی کام والوں کے لیے بنیادی اصول

دیکھو! آدمی جس لائن اور جس نہج پر کام کرتا ہے اس لائن اور اس نہج کے سلسلے میں ہمارے حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم اکثر بیانوں میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اپنے کاموں کے متعلق غلبہ ہونا چاہیے، غلو نہیں ہونا چاہیے۔

بہت اہم قیمتی جملہ ہے ہمیشہ یاد رکھیے، جس کام اور جس شعبے سے ہم متعلق ہیں اس کام کے متعلق غلبہ تو ہونا چاہیے؛ لیکن غلو نہیں ہونا چاہیے۔

غلبہ کا مطلب

مثلاً میرا تعلق تعلیم کے شعبے سے ہے تو میرے زیادہ اوقات، میری زیادہ صلاحیت، میری زیادہ کوششیں، میری زیادہ قربانیاں، میری زیادہ فکریں اس تعلیم میں لگیں یہ ہے غلبہ۔

میرا تعلق تزکیہ کے شعبہ سے ہے تو میں اپنی صلاحیت، اپنا وقت، اپنی جانی و مالی قربانیاں زیادہ اس کی طرف لگاؤں یہ ہے غلبہ کا مطلب۔

میرا تعلق دعوت وتبلیغ کے شعبے سے ہے تو میری صلاحیت، میری جانی ومالی قربانی کا زیاہ حصہ اس میں لگے۔ لیکن غلو نہیں ہونا چاہیے۔

غلو کا مطلب

میں جس شعبے میں کام کر رہا ہوں اس شعبے کے علاوہ دوسرے شعبے والوں کو حقیر سمجھوں کہ یہ تو کچھ نہیں ہیں، یہ کام تو صحیح نہیں ہے، یہ دین کا کام نہیں ہے، اس کام کا کوئی فائدہ نہیں ہے یہ ہے غلو۔

گویا غلو کا حاصل یہ ہوا دین کے جس شعبے سے ہمارا تعلق ہے اس کے سوا دوسرے دین کے کاموں کو کچھ نہ سمجھنا، اس کی اہمیت وافادیت کا انکار کرنا۔

غلو کی ممانعت

غلو وہ چیز ہے جس نے پچھلی امتوں کو برباد کر دیا:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا

اَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ﴿۷۷﴾

ترجمہ: (اے نبی!) تم کہو: اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین میں ناحق غلو مت کرو اور تم ایسے لوگوں کی خواہشات پر مت چلو جو خود پہلے ہی سے گمراہ ہو گئے ہیں اور وہ بہت سوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور وہ سیدھے راستے (کو جانتے ہوئے بھی اس) سے بھٹک گئے ہیں۔ [سورۂ مائدۃ]

اس آیت سے بہت ہی عمدہ بات ہم کو سیکھنے ملی کہ اللہ کے دین کے بارے میں غلو نہ کرو۔ اس لیے یہ بات بہت اچھی طرح ذہن میں رکھو کہ ہم جس شعبے سے متعلق ہیں اس شعبے کے متعلق غلبہ ضرور ہو؛ لیکن غلو نہ ہو۔

غلو کے چار درجے

اب غلو کے چار طبقے اچھی طرح سے سمجھ لو: ① تنقیص۔ ② تحقیر۔ ③ تردید ④ تکفیر۔ غلو کے یہ چار شعبے ہیں۔

تنقیص کا مطلب

تنقیص کا کیا مطلب؟ ہم دوسرے دینی کام کرنے والوں کے کام میں کوئی عیب اور نقص تلاش کریں، مثلاً میرا تعلق مدرسے سے ہے تو میں دعوت کے کام والوں کے بارے میں عیب تلاش کروں۔

یا میرا تعلق دعوت سے ہے تو میں مدرسے والوں کے بارے میں تنقیص کروں گا یعنی ان میں نقص اور عیب کیا ہے؟ کمی اور کمزوری کیا ہے؟ کوتاہیاں کیا ہیں؟

میں اس کو ڈھونڈوں اور اس کو لوگوں میں پھیلاؤں، یہ ہوئی تنقیص۔

تنقیص برائے خیر

اگر تنقیص برائے اصلاح ہو مثلاً میں مرید ہوں تو میرے شیخ کو حق ہے کہ وہ میرے حالات پر نظر رکھیں۔ میں شاگرد ہوں تو میرے استاذ کو حق ہے کہ وہ میرے حالات پر نظر رکھیں۔ میں اگر باپ ہوں تو مجھے حق ہے کہ میری اولاد کے حالات پر نظر رکھوں۔ میں کسی خاندان یا قوم کا ذمے دار ہوں تو مجھے حق ہے کہ میں اپنے عوام اور ماتحتوں پر نظر رکھوں اور ان کی ایک ایک چیز کو باریکی سے دیکھوں، جہاں کوئی کوتاہی ہوئی فوراً ان کی پکڑ کروں، یہ صحیح اور مناسب کام ہے۔

اخلاص کے ساتھ اصلاح کی غرض سے صحیح ڈھنگ سے شفقت و محبت اور نرمی کے ساتھ خیر خواہی اور دنیا و آخرت کی بھلائی کے جذبہ سے کسی کو اس کی کمی کوتاہی بتاؤں یہ تنقیصِ خیر ہے۔

باری تعالیٰ کا اندازِ تربیت

دیکھو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① (التحریم)

ترجمہ: اے نبی! جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں تم اپنی بیویوں کی خوشی حاصل کرنے کے لیے (قسم کھا کر) ان کو کیوں حرام کرتے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں۔

اللہ رب العزت نے نبی علیہ السلام کی تربیت فرمائی، قرآنِ مجید میں آپ غور کیجیے، کتنی جگہوں پر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو ''لِمَ'' کے لفظ سے مخاطب فرمایا، یہ ''لِمَ'' کا لفظ روک ٹوک کے لیے بولا جاتا ہے اور اسی کا نام تربیت ہے، نبی کا دل خشیتِ الٰہی سے بھرا ہوا ہوتا ہے؛ اس لیے جہاں بھی قرآن میں نبی کو ''لِمَ'' کے لفظ سے باری تعالیٰ نے خطاب فرمایا وہاں پہلے یا بعد میں مغفرت کی بشارت بھی سنادی؛ تاکہ مغفرت کے محبوبانہ الفاظِ بشارت کے ذریعہ نبی کا دل اس کا تحمل کر سکے۔

بہرحال! ''لِمَ'' سے یہ خطاب تربیت کے واسطے ہے، اس لیے کہ روک ٹوک کا فائدہ ہوتا ہے اور مخاطب کی اس سے تربیت ہوتی ہے۔

ترقی اور تربیت کے لیے اپنے ماتحتوں اور متعلقین کے حالات پر توجہ اور دھیان سے نظر کرنا؛ تاکہ ہم ان کی کمی کوتاہی بتلاویں اور بتلا کر ان کی تربیت کریں، یہ اچھی؛ بلکہ ضروری چیز ہے اور یہ ہونا چاہیے۔

آج تو ماتحتوں کو روکنا ٹوکنا ہم نے چھوڑ رکھا ہے اور اس کو ''شرافت، حکمت، مصلحت، اور نرمی'' کا غلط عنوان دیا جاتا ہے جس سے فساد پھیل رہا ہے۔

دورانِ درس عبارت میں تنقیص

طلبۂ عزیز! ہم آپ کو عبارت میں کیوں ٹوکتے ہیں؟ کس مقصد سے عبارت میں ٹوکا جاتا ہے؟ تاکہ آپ کی عبارت صحیح ہو جائے، آپ صحیح عبارت پڑھیں، پھر کبھی تھوڑی دیر کے لیے بطورِ تنبیہ کھڑا کیا جاتا ہے۔

درس گاہ میں نیند نکالے تو اس کو تنبیہ کی جاتی ہے، بیدار کیا جاتا ہے۔

تو کیا یہ تنبیہ کرنا عداوت ہے؟

واللہ! ہم آپ کو حقیقی اولاد کے درجے میں سمجھتے ہیں۔

کیوں؟ تا کہ آپ حضرات سبق کی، اس دینی بات کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کی اہمیت جو آپ کے دل میں مستحضر نہیں ہے اس کا استحضار ہو جائے۔

یہ تو تنقیص و تنبیہ برائے اصلاح و تربیت ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

تنقیص برائے شر

لیکن اگر تنقیص کا مقصد ہو:

عیبوں کو اچھال کر بدنام کرنا۔

عیبوں کو اچھال کر اس کام کی اہمیت کو گھٹا دینا۔

اس کام کی عظمت کو لوگوں کے دلوں سے مٹا دینا۔

اس کام کے بارے میں لوگوں میں غلط فہمی پیدا کرنا۔

اس کام کے متعلق لوگوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا، تو اس تنقیص کی شریعت میں ہرگز اجازت نہیں۔

نہایت اہم حدیث

حدیث میں اس کے لیے ایک اہم رہنمائی اور زبردست ضابطہ آیا ہے، نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: المؤمن مرأۃ المؤمن۔(ابوداؤد، باب في النصيحة)

مسلمان مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے۔

شارحِ مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوۃ

میں اس کا ایک مطلب یہ بیان فرمایا کہ: آئینے کی صفت کیا ہوتی ہے؟ آپ آئینہ کے سامنے گئے تو آپ کے سامنے، آپ کے چہرے اور بدن پر جو عیب ہے، وہ آئینہ صرف آپ ہی کو بتائے گا، آپ وہاں سے ہٹ گئے، ایک سیکنڈ کے بعد دوسرا آدمی آیا تو آئینہ اس کو نہیں بتلائے گا کہ آپ سے پہلے فلاں آدمی آیا تھا اس میں یہ عیب تھا، آئینہ اسی کو بتلاتا ہے جو اس کے سامنے آکر کھڑا رہے۔

غرض ایک مؤمن دوسرے مؤمن میں اگر کوئی عیب دیکھے تو اس کی تشہیر نہ کرے؛ بلکہ اس مؤمن کے پاس جا کر پورے ادب واحترام کے ساتھ بتائے کہ بھائی آپ میں یہ کمی کوتاہی مجھے معلوم ہوئی، ذرا اصلاح کرلو اس کا انجام اچھا ہوگا۔

دوسری بات حدیث شریف سے یہ معلوم ہوئی کہ جتنا عیب ہوتا ہے آئینہ اتنا ہی بتاتا ہے، اپنی طرف سے بڑھا چڑھا کر نہیں بتلاتا، آپ کے چہرہ پر ایک دھبہ ہے تو آئینہ آپ کو ایک ہی بتلائے گا، یہ نہیں کہ اپنی طرف سے بڑھا کر دو دھبے بتلاوے۔

اسی طرح ایک مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ اپنے مؤمن بھائی کی جتنی کمی کوتاہی دیکھے، بس اتنی ہی اس کو بتلاوے، اپنی طرف سے حواشی کا اضافہ کرکے شارح نہ بن جائے، اس میں اپنی طرف سے بہت ساری چیزیں ملا کر اس کو نہ بتائے۔

یہ غلو کا پہلا درجہ "تنقیص" ہوگیا، اس کو دھیان میں رکھنا چاہیے کہ تنقیص اگر فاسد مقصد سے ہو تو شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

غلو کا دوسرا درجہ: تحقیر

غلو کا دوسرا درجہ "تحقیر" ہے؛ یعنی دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں کہ: میں اچھا،

میرا کام اچھا۔ میں ہر سال پابندی سے چلہ دیتا ہوں، میں بہت اچھا، اور یہ مولوی لوگ کبھی چلہ میں نہیں جاتے؛ اس لیے ان کی کوئی حیثیت اور ان کا کوئی مقام نہیں۔

اسی طرح کوئی عالم یہ نہ سمجھے کہ میں اچھا کہ پڑھنے پڑھانے میں پوری زندگی خرچ کرر ہا ہوں، اور یہ لوگ تو صرف چند دنوں چلہ، چار مہینہ اللہ کے راستے میں نکلتے ہیں، پھر کچھ نہیں کرتے۔

اسی طرح کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو اور اس کے دینی کاموں کو حقیر نہ سمجھے، اس تحقیر کو حدیث میں بہت سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔

اکابر صوفیا کا قول ہے کہ کسی کافر کو اس کے کفر کی وجہ سے حقیر سمجھنے کی اجازت نہیں، جیسا کہ قطبِ عالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ملفوظات میں ہے، جس کی تشریح یہ ہے کہ: ہوسکتا ہے کہ وہ کافر مؤمن ہو جائے اور نعوذ باللہ! مؤمن کا ایمان ختم کر دیا جاوے۔

ہم کو جب کافر کو اس کے کفر کی وجہ سے حقیر سمجھنے کی اجازت نہیں، تو ایک شعبہ میں دین کا کام کرنے والے کا دوسرے شعبے والوں کو حقیر سمجھنا کیسے درست ہوگا؟

اس لیے علما دعوت کے کام کے ساتھیوں کو حقیر نہ سمجھیں، یہ حقارت زبان پر بھی نہ ہو اور دل میں بھی نہ ہو۔

ہمارے بعض علما یہ سمجھتے ہیں کہ جس کو کچھ کام نہیں ہوتا وہ لوگ تبلیغ میں نکل جاتے ہیں، ایسا نہ سمجھیں۔

اسی طرح دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والے ''علما، حفاظ'' کو حقیر نہ سمجھیں، ان کے کام کو بیکار، اور تنخواہ کے لیے دنیا کا کام نہ سمجھیں۔

حقارت پر ایک واقعہ

ایک بھائی مدرسہ میں آئے، انھوں نے مدرسہ کا معائنہ کیا، اس مدرسہ کے مہتمم صاحب نے ان کو معائنہ کرایا، معائنہ کرانے کے بعد کہا کہ: بھائی کچھ مشورہ ہو تو بتائیے؟ کہنے لگے: ماشاء اللہ! آپ مدرسہ تو بہت بڑا چلا رہے ہو، بچے بھی آپ کے مدرسے میں بہت ہیں، کئی شعبے آپ کے یہاں آباد ہیں؛ لیکن آپ کے یہاں دین کا کام کیا ہوتا ہے؟

ایک بزرگ فرمانے لگے: آج ہر ایک اپنی زبان سے اپنے کام کو اپنا سمجھتا ہے کہ مدرسہ میرا، مکتب میرا، خانقاہ میری۔ کوئی ایسا بندہ نہیں جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین میرا۔

دونوں باتیں بہت ہی حیرت انگیز ہیں۔

بہت حیرت بھرا سوال ہے کہ دین کا کام کیا ہوتا ہے؟

یہ کیا بات ہے؟ کیا مدرسہ چلانا دین کا کام نہیں ہے؟

مدرسہ میں ناظرہ قرآنِ مجید، حفظِ قرآن، تجوید وقرأت، مسائل سکھانا، حدیث پڑھانا، تفسیر پڑھانا، کیا یہ دین کا کام نہیں ہے؟

کیا چلہ میں جانا، اللہ تعالیٰ کے لیے وقت لگانا دین نہیں؟

اس لیے دعوت کے ساتھی مدارس کی اہمیت کو سمجھیں اور علما دعوت کے کام کی اہمیت کو سمجھیں۔

غلو کا تیسرا درجہ: تردید

تیسرے نمبر پر ہے ''تردید'' کہ جب حقارت آتی ہے تو دوسرے شعبوں میں

کام کرنے والوں کی لوگ تردید کرنے لگتے ہیں کہ یہ کام غلط ہے اور ہمارا کام صحیح ہے۔

آج کل ہمارے بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ: دعوت کا کام کشتیٔ نوح ہے جو اس میں بیٹھے گا کامیاب، باقی سب گمراہ۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مدرسہ میں پڑھانا اصل ہے، باقی سب غلط۔

دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں، یہ تردید ہے جو بہت خطرناک درجہ ہے۔

دین کے کسی کام کو دین نہ سمجھنا یہ انسان کی گمراہی کے لیے کافی ہے۔

جہاں قرآن کی تعلیم ہوتی ہو، دین کے احکام سکھائے جاتے ہوں، خانقاہیں اور مرکز ہوں، یہ سب دین کے کام ہیں، ان کو دین کا کام نہ سمجھنا یہ بھی نہایت خطرناک گناہ کی چیز ہے۔

تردید کی ایک مثال: ایک صاحب کہنے لگے کہ: آپ مولوی لوگ جماعت میں کیوں نہیں جاتے؟

دوسرے صاحب نے جواب دیا: بھائی! مدرسے میں پڑھا رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں، یہ دین کا کام نہیں ہے؟

اس نے کہا: آپ اس پر تنخواہ لیتے ہو؛ اس لیے یہ دین کا کام نہ ہوا، ہم جماعت میں جاتے ہیں تو اس میں اپنی جان، اپنا مال لگتا ہے؛ اس لیے وہ دین کا کام ہے۔

میں نے کہا: اللہ کے بندے ذرا سوچو تو صحیح کہ اگر یہ سارا مجمع پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر دنیا کمانے میں لگ جائے تو امت کو فرائض و واجبات اور دینی احکام کون بتلائے گا؟ قرآن کون سکھائے گا؟ امامت کون کرائے گا؟

دعوت کا کام بھی بہت ضروری اور مدرسوں میں پڑھنا پڑھانا بھی بہت ضروری۔

دینی کاموں پر اجرت

اس پر میں دو باتیں عرض کر دوں، حضراتِ فقہائے کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں جن کاموں پر اجرت (تنخواہ) کو جائز قرار دیا ان کاموں کو اجرت کے ساتھ کرنے سے وہ کام دین ہی کا رہے گا، اس کام کا دین ہونا ختم نہیں ہو جائے گا۔

حضراتِ فقہائے متاخرین نے حالات کے اعتبار سے یہ فیصلہ کیا کہ اس دور میں امامت، مکتب، مدرسہ، تعلیم قرآن، اذان، ان سب پر تنخواہیں لینا جائز ہے، اگر کوئی تنخواہ لے کر یہ سارے کام کرے تو یہ دین ہی کا کام ہے۔

قرآن پڑھنا پڑھانا اتنا عظیم کام ہے کہ دنیا کی کوئی تنخواہ، کوئی معاوضہ اس کا بدلہ ہو ہی نہیں سکتا، یہ تو صرف ان مبارک کاموں کے لیے جو اپنا وقت لگتا ہے اس وقت کے لگنے پر اور ضروریاتِ زندگی کے لیے بقدرِ ضرورت تنخواہ کی شکل میں کچھ لے لیتے ہیں، کچھ دے دیا جاتا ہے۔

معصومیت صرف نبیوں کے لیے

ایک مرتبہ ہمارے جامعہ ڈابھیل کے قریب ویسما میں بڑا اجتماع ہونے والا تھا، کافی تیاریاں ہوگئیں، اجتماع شروع ہوا، اور بارش آگئی تو ایمرجنسی میں پورا اجتماع جامعہ میں منتقل کر دیا گیا، طلبہ کی تین دن کی تعطیل کر دی گئی اور کلاس اور تمام عمارتیں مہمانوں کے لیے خالی کر دی گئیں۔

اس موقع پر اسی مسجد میں داعی الی اللہ حضرت مولانا یونس صاحب مرحوم پونا والے کا بیان ہوا، تو موصوف نے فرمایا: دین کے تمام شعبے اور اس میں کام کرنے والے پورے تیقن کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ ہم سو فیصد صحیح کام کر رہے ہیں، غلطی ہر ایک سے ہوتی ہے، معصوم تو صرف نبی ہوتے ہیں؛ لیکن غلطی کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو بحث کا موضوع بنائیں اور اس غلطی کی تشہیر کریں، محبت سے مل جل کر اس غلطی کی اصلاح کریں، اس طرح نرمی سے اصلاح کرنا یہ بھی دین کی ایک مدد ہے۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کو تبلیغ میں لگانا

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدھما شروع میں تبلیغ کی طرف زیادہ متوجہ نہیں تھے، علمی انہماک زیادہ تھا، حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کی طحاوی شریف کی شرح امانی الاحبار اور حیات الصحابہ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کا علمی مقام کیسا تھا اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے علمی نکات خود حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے بخاری شریف کی شرح ''الابواب والتراجم'' میں نقل فرمائے ہیں۔

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کو بڑی فکر تھی کہ ان دونوں حضرات کو تبلیغ کی طرف کیسے متوجہ کیا جائے؟

اس کام کے لیے خود حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے میرے مرشدِ

اول حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کو ہی مقرر فرمایا کہ ان کو تبلیغ کی طرف متوجہ کریں۔ چنانچہ مفتی محمود حسن صاحبؒ نے تدبیر وحکمت کے ساتھ مختلف مجالس میں گفتگو فرمائی اور اشکالات وشبہات کو دور فرمایا اور دونوں حضرات کو تبلیغ کی طرف متوجہ فرمایا۔

چنانچہ ایک موقع پر جبکہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ ہردوئی اسٹیشن سے ٹرین سے گذر رہے تھے اور حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ ہردوئی میں قیام فرما تھے، حضرت مفتی محمود صاحبؒ ہردوئی شہر سے ایک بڑا مجمع لے کر اسٹیشن پر ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، یہ ہمارے اکابرین میں ایک دوسرے کے اکرام کا معاملہ تھا۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی نظر جب حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ پر پڑی تو آپ نے قریب بلایا اور فرمایا: بہت سے مسائل کے متعلق سوالات جمع ہو رہے ہیں، پہلے ان کو حل کرنا ہے، بعد میں دوسروں سے ملاقات ہوگی، چنانچہ حضرت مفتی محمود حسنؒ نے ان تمام مسائل کو جلدی جلدی حل فرمایا، اس کے بعد دوسرے حضرات سے مصافحہ ہوا۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ سے فرمایا کہ: پہلے تو آپ ہم کو تبلیغ کے کام میں لگانے کے لیے ہمارے پیچھے پڑے رہتے تھے اور ہم کو تبلیغ کے کام میں لگا کر خود پیچھے ہٹ گئے، اب ہماری خبر نہیں لیتے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ: ہمارے حوالے جو کام کیا گیا تھا (یعنی حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو تبلیغ میں لگانے کا) ہم نے اس کو انجام دے دیا اور ہم اس میں کامیاب ہیں، اب ہم کو ایک

کونے میں پڑا رہنے دیجیے؛ تاکہ کتابیں دیکھتے رہیں؛ ورنہ کوئی مسائل بتلانے والا بھی نہیں ملے گا۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے شروع میں حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ میوات میں بہت وقت لگایا ہے۔

اس لیے بعض مرتبہ میرے حضرت، حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کی مجلس میں جب تبلیغ کا تذکرہ ہوتا تو حضرت فرماتے کہ: میں تو تبلیغ کا کام کر چکا (مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو لگا چکا) اب یہ دونوں حضرات جو کچھ کریں گے اس میں اجر کا بہت بڑا حصہ ان شاء اللہ تعالیٰ! حضرت مفتی محمود صاحبؒ کے نامۂ اعمال میں ہوگا۔

اس لیے کہ حدیث شریف میں آتا ہے: نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے، کسی اچھے کام کی طرف کسی کی رہبری کردو اور اس نے وہ عمل شروع کر دیا تو اس کے نیک عمل کا تم کو بھی ثواب ملے گا اور اگر عمل نہ کرے تو بھی صحیح دینی رہبری کرنے کا اجر تو مل ہی جاوے گا۔

جوڑے والا واقعہ

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے بہت ہی تدبیر سے، بڑی محنت و فکر سے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو تبلیغ کے کام میں لگوایا؛ اس لیے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے اشکالات ختم ہونے اور تبلیغی کام کے لیے شرحِ صدر ہونے پر خوشی میں ایک جوڑا کرتا پائجامہ بنوا کر حضرت مفتی محمود حسن صاحب

قدس سرہ کی خدمت میں ہدیہ پیش فرمایا۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ تبلیغی جماعت کی ابتدا میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی معیت میں حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کے مشوروں میں بھی شریک رہے، اور حضرت جی مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے مرض الوفات میں تقریباً ایک ماہ حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں مرکز نظام الدین میں مستقل قیام فرمایا۔

بم ساز اور بم بار

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے ایک موقع پر سنایا تھا کہ: حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے سنایا تھا کہ ہم بم ساز ہیں (مدارس میں علما کو تیار کرتے ہیں) اور تم (یعنی تبلیغ والے) بم بار ہو (یعنی ان علما کو مختلف ممالک میں تبلیغ کے لیے روانہ کرتے ہو) (حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ اور جماعت تبلیغ، ص: ۷۳)

غلو کا چوتھا درجہ: تکفیر

چوتھا مرحلہ تکفیر کا آتا ہے، نعوذ باللہ! ایسا مقام آجاتا ہے کہ دین کے کام کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کو کافر کہنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہم خصوصی دعا کرتے ہیں کہ دین کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کی حد تک نہ پہنچیں، تردید، تحقیر، اور تنقیص کے شر سے اپنے آپ کو بچانے والے بنیں۔

دیکھو! یہ غلو کے سلسلے کہاں سے شروع ہوئے اور کہاں جا کر ٹھہرے؟ تنقیص،

تحقیر، تردید اور تکفیر۔

جمعیتِ علما اور جماعتِ تبلیغ ایک واقعہ

ایک واقعہ سناتا ہوں: نظام الدین مرکز میں جہاں اوپر حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم کا کمرہ سمجھا جاتا ہے اس کمرے میں حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب کی زبان سے اپنے ان کانوں سے سنا ہے، اور یہی واقعہ بندے نے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب (سابق صدر جمعیتِ علمائے گجرات) سے بھی سنا، اور وہ مسجد میں کھڑے ہو کر سناتے تھے کہ یہ واقعہ میں نے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے سامنے بیٹھ کر سنا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی جب آزادی ہوئی اور ملک کی نئی پارلیمنٹ بنی تو R.S.S. والوں نے اور R.S.S. کے ترجمان ممبر آف پارلیمنٹ نے ملک کے پہلے وزیرِ اعظم نہرو جی کے سامنے فتنہ کھڑا کیا کہ دعوت وتبلیغ کے کام پر ملک میں پابندی لگنی چاہیے، ان تبلیغ والوں سے کہو کہ: پاکستان چلے جائیں، ان کو یہ بدگمانی ہوئی ہوگی کہ تبلیغ کا کام مسلم لیگ کا ہے؛ حالاں کہ یہ سراسر تہمت ہے۔

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ تو متحدہ ہندستان کے حامی تھے، حضرت شیخ کی آپ بیتی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

تقسیم کے دو نظریے

ایک قدیم نظریہ کی بحث تھی: ① اسی ملک میں ایک مسلم لیگ کا نظریہ تھا، جس

کے بانی محمد علی جناح تھے۔ اور ② دوسرا جمعیتِ علما کا نظریہ تھا جس کے بانی ہمارے اکابرین جمعیتِ علما تھے۔

یہ دو نظریہ والوں میں ٹکراؤ ہوا؛ لیکن لیگ والوں کی انگریز اور چالاک تشدد پرست ہندؤں نے تائید کی اور ملک تقسیم ہوا، اکابرین جمعیت متحدہ ہندوستان کے قائل تھے، اور مدنی فارمولہ کے ذریعہ سے متحدہ ملک کا خاکہ پیش کیا گیا اور لیگ والے تقسیم پر بضد تھے، اگرچہ لیگ والوں کی پشت پناہی اور حوصلہ افزائی ان لوگوں نے کی ہے جو آج بھارت کی آزادی کے ہیرو کے طور پر مشہور کیے گئے ہیں، مولانا آزاد مرحوم کی کتاب India Wins Freedom میں اس کی تفاصیل موجود ہیں۔

بہر حال! انھوں نے کہا کہ: تبلیغ والوں سے کہو کہ: تمھارا مرکز نظام الدین سے ہٹالو اور پاکستان چلے جاؤ۔

پارلیمنٹ میں بہت ہنگامہ ہوا، نہرو جی نے مولانا آزاد کی طرف اشارہ کیا، مولانا اس وقت ملک کے وزیرِ تعلیم تھے، مولانا نے نہرو جی کو مخاطب کیا اور پوری پارلمینٹ کو سنایا:

نہرو جی! یہ لوگ جس دعوت وتبلیغ کے کام پر پابندی لگانے کی بات کر رہے ہیں وہ میرا ہے، میں اس کام کا ایک فرد ہوں اور وہ میرا کام ہے۔

بس مولانا آزاد کے ایک جملہ نے پارلیمنٹ کو ہلا دیا، فوراً نہرو جی نے کھڑے ہو کر کہا: بس مولانا! اب اس ملک میں کوئی اس دعوت کے کام پر پابندی نہیں لگا سکتا۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ایک مردِ مؤمن کا

ایک جملہ، اس کام کو اس ملک میں اور اس ملک کے ذریعہ پورے عالم میں قیامت تک جمانے کا ذریعہ بنا۔

اسی لیے حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ دونوں حضرات مولانا آزاد کی کوٹھی؛ یعنی حکومت کی طرف سے جو بنگلہ ملتا ہے، وہاں جب تک مولانا آزاد حیات رہے اہتمام سے ملنے جاتے تھے۔

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب نے مجھے یہ فرمایا کہ: اس ملک میں اور اس ملک کے طفیل میں پورے عالم میں جتنا دعوت کا کام ہو رہا ہے اس کے ثواب کا بڑا حصہ مولانا آزادؒ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا، یہ ان کا ایک تائیدی جملہ ہے کہ جس نے اس تبلیغ والے کام کی حفاظت فرمائی۔

معلوم ہوا جمعیتِ علما اور دعوت و تبلیغ یہ کوئی ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں۔

ہمارے اکابرین کا نہج

میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اکابرین کی طرف سے جو مزاج ہم کو ملا وہ مزاج جوڑ اور محبت کا ملا:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۤ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ (سورۂ بقرہ)

ترجمہ: (وہ کہتے ہیں کہ ایمان لانے میں) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان کوئی تفریق (یعنی جدائی) نہیں کرتے اور وہ سب کہتے ہیں کہ: ہم نے (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کو دھیان سے) سن لیا اور (خوشی سے) ہم اطاعت

کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہم آپ سے مغفرت چاہتے ہیں اور (ہم کو) آپ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

ہمارا عمل شریعتِ محمدیہ پر ہے؛ لیکن پچھلی شریعتوں پر بھی ہمارا ایمان ہے، وہ تمام شریعتیں اپنے اپنے زمانے میں حق پر تھیں۔

ہمارا عمل قرآن پر ہے؛ لیکن ہم تمام آسمانی کتابیں: تورات، انجیل، زبور کو سچا مانتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں صحیح اور سچی تھیں۔

اس امت کی امتیازی خصوصیت

دوسری ایک اہم بات ذہن میں رکھو! اس امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزاج ملا وہ کیا ملا؟

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُـوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا.

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا؛ تاکہ (قیامت کے روز) لوگوں پر تم گواہ بنو اور رسول (محمد ﷺ) تم پر گواہ بنیں۔ (سورۂ بقرہ: ۱۴۳)

یعنی یہ امت معتدل المزاج ہے، نہ افراط ہے، نہ تفریط۔ ہمارے عقائد، ہماری سوچ، ہماری فکر، ہمارے اعمال غرض ہماری ہر چیز میں اعتدال ہونا چاہیے، ہم دین کے ہر ایک شعبے کو حق سمجھیں، یہ مزاج اپنانے کی ہم کو تاکید کی گئی ہے۔

چند اصولی باتیں

دیکھو! ہر خیر اور حق کے کام کے لیے چند جملے ہمیشہ کے لیے ذہن میں رکھنا:

① ایک دوسرے کے لیے رفیق؛ یعنی دوست بننا، رقیب یعنی دشمن مت بننا۔

② معاون بننا، معانِد مت بننا:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ

ترجمہ: اور تم نیکی اور تقویٰ (کے کام) میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کام) میں تم ایک دوسرے کی مددمت کیا کرو۔ [المائدۃ: ۲]

③ حلیف؛ یعنی دین کے کام میں جُڑنے والے بننا اور حریف؛ یعنی مخالفت کرنے والا مت بننا۔

دیکھو! دین کے تمام شعبوں کی قدر و احترام اور عظمت کے ساتھ ہم کو دین کا کام کرنا ہے۔

لسان الدعوۃ والتبلیغ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کا عجیب طرزِ عمل

لاجپور میں ہماری طالبِ علمی کے زمانے میں ایک بڑا اجتماع ہوا، جس میں نظام الدین کے اکابرین کا قافلہ آیا ہوا تھا، اس اجتماع میں علمائے کرام کے لیے ایک خصوصی مجلس رکھی گئی، جس میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کا بیان طے ہوا، کچھ عام مسلمان بھی اس مجمع میں شامل ہو گئے، تو مولانا نے حکمت سے پہلے عربی میں بیان شروع کر دیا؛ تاکہ صرف حضراتِ علمائے کرام رہیں۔

گجرات کے بعض نامور علمائے کرام کو نام بنام مولانا محمد عمر صاحبؒ نے آواز

دے کر کرسی کے قریب بلایا، بہت محبت سے فرماتے: فلاں مولانا صاحب آگے تشریف لائیں، میں ان کے ملنے کا مشتاق ہوں، میں ان سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں، اس طرح قریب بلا کر خیریت پوچھی، کونسی کونسی کتابیں زیرِ درس ہیں وہ معلوم کیں، اور مبارک باد اور دعائیں دی، پھر بیان شروع ہوا۔

مجلس کا ادب

حدیث شریف میں بھی ہم کو مجلس کا یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ عقل وسمجھ رکھنے والے اور بڑی عمر کے لوگ مجلس میں آگے رہیں؛ تاکہ وہ بات پورے طور پر قریب سے سمجھ سکیں۔ ہمارے یہاں مزاج یہ ہے کہ جب کبھی اس طرح کی دینی مجلس ہوتی ہے تو بڑے طلبہ پیچھے بیٹھ جاتے ہیں؛ حالاں کہ آگے رہنا چاہیے۔

ایک مرتبہ جامعہ کی اسی مسجد میں کسی بزرگ کا خطاب تھا، میں اپنی ذمے داری کے مطابق طلبہ کو مرتب بٹھانے کی کوشش کر رہا تھا، میں نے بڑے طلبہ کو آگے بلانے کے لیے مزاحاً کہا: ارے بھائی! تواضع نہ کرو، آگے آجاؤ۔

اس پر ایک مشفق استاذ نے فرمایا: یہ تواضع نہیں، تکاسل ہے۔

اس لیے خاص دھیان رہے، مجلس میں بڑے اور سمجھ دار لوگوں کو آگے رہنا چاہیے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ کے بیان کا اقتباس

تو میں یہ بتا رہا تھا کہ حضرت مولانا عمر صاحبؒ کا بیان شروع ہوا، مولانا نے

اس بیان میں بہت ہی والہانہ انداز میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا خط جو اشعار کی شکل میں ہے، جو انھوں نے حضرت فضیل بن عیاضؒ کو لکھا تھا، وہ خوب عمدہ اور درد بھرے لہجے میں پڑھ کر سنایا، خود بھی خوب روتے گئے، عشقِ الٰہی سے دلوں کو گرماتے گئے، اور مجمع میں حاضر علما کو بھی رلاتے رہے، پھر ایک عجیب بات ارشاد فرمائی۔حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کی زبان سے اپنے ان کانوں سے یہ بات میں نے سنی، اللہ گواہ ہے۔ارشاد فرمایا:

جو علما اور مدرسین چھوٹے چھوٹے گاؤں میں رہتے ہیں۔
لوگوں کو پانچ وقت کی نمازیں پڑھاتے ہیں۔
بچوں کو مکتب پڑھاتے ہیں۔
بستی میں کسی کا انتقال ہو تو نمازِ جنازہ پڑھاتے ہیں۔
بچہ پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان دیتے ہیں۔
مسلمانوں کو ضروری، بنیادی مسائل سکھاتے ہیں۔
بستی کے تمام دینی کاموں کی فکر رکھتے ہیں۔

میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہیں کہتا، ہرگز نہیں کہتا، ہرگز نہیں کہتا کہ وہ جماعت میں جائیں، پھر فرمایا:

اگر یہ جماعت میں جائیں گے، بستی کے سارے کام کون کرے گا؟
ایسے چھوٹے دیہاتوں میں نماز پڑھانے کون جائے گا؟
بچوں کو مکتب کون پڑھائے گا؟

ہاں! مقامی کاموں میں مدد کرو اور شرکت کرو؛ اس لیے کہ مقامی کام بھی بہت اہم ہیں، ہمارے ایک دوست وکیل صاحب چلہ میں گئے، فرمانے لگے: مقامی کام Local Standing Comiteel ہے۔

غرض! ان چھوٹے دیہاتوں میں، بنجر بستیوں میں بڑے مسائل ہوتے ہیں، امام صاحب جماعت میں گئے تو ان کی تنخواہ جاری رکھ کر دوسرے امام کو تنخواہ دینا اہلِ بستی کے بس میں نہیں ہوتا۔

تنخواہ بند کروا کر جماعت میں نکلنا امام کے بس میں نہیں ہوتا، ایسے بھی تنخواہ معمولی ہوتی ہے، تعلیمی کیفیت پر بھی بڑا اثر ہوتا ہے، بعض بستیوں میں کوئی امام جماعت میں جائے گا تو کوئی بدعتی یا گمراہ فرقے کا امام داخل ہو جائے گا، جو نظام بنا بنایا تھا منتشر ہو جائے گا، اس طرح کے بڑے مسائل ہوتے ہیں۔

ہاں! چھٹی کے موقع پر کچھ مناسب نظم ہو سکتا ہو تو نکلنا چاہیے، ان شاء اللہ تعالیٰ! خیر ہوگی۔ غرض یہ کہ ہم کو جو مزاج ملا ہے، دین کے ہر ایک شعبے کے ساتھ نصرت، مدد اور تعاون کا، اس کو برقرار رکھنا ہے۔

وارثِ انبیا ہونے کا مطلب

ایک دو باتیں اور عرض کر دوں کہ یہ جو حدیث ہے: ''إنما العلماء ورثة الأنبياء'' علما انبیا کے وارثین ہیں، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب کا وہی بیان جو المحمود میں چھپا ہے، اسی میں فرمایا کہ: وراثت کا مطلب کیا؟

جتنی چیزیں نبیٔ کریم ﷺ نے کر کے بتائیں:

حضور ﷺ نے دعوت دی۔

حضور ﷺ نے تعلیم دی۔

حضور ﷺ نے تزکیہ کیا۔

حضور ﷺ میں تعلق مع اللہ تھا۔

حضور ﷺ میں خدمتِ خلق کا جذبہ تھا۔

حضور ﷺ میں مخلوق پر رحم وکرم کا جذبہ تھا۔

جتنے صفات نبیٔ کریم ﷺ میں تھے ان تمام صفات کو اپنانا اور اس کی دعوت چلانا یہ "ورثة الأنبياء" کا مطلب ہے۔

حضور ﷺ نے تعلیم کا کام کیا، ہمیں بھی کرنا ہے۔

حضور ﷺ نے تزکیہ کا کام کیا، ہمیں بھی کرنا ہے۔

حضور ﷺ نے دعوت کا کام کیا، ہمیں بھی کرنا ہے۔

حضور ﷺ نے مخلوقِ خدا پر رحم وترس کا معاملہ کیا، ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم اور ترس کا معاملہ کرنا ہے۔

حضور ﷺ نے مخلوق کی خدمت کی، ہمیں بھی کرنی ہے، ان تمام کاموں کو انجام دینا علما کے لیے خصوصی طور پر حضور ﷺ کی میراث ہے۔

فکر کی بات

ایک اور درد کی بات آخر میں سنادوں، میرے مشفق ومحسن حضرت مولانا طلحہ ابن حضرت شیخ الحدیث زکریا صاحب رحمہ اللہ دامت برکاتہم آج کل روتے روتے لوگوں کو یہ

بات بیان فرماتے ہیں:

ہمارے اسلام اور دین کے دشمن، چاہے بدعتی ہوں، چاہے قادیانی ہوں، چاہے شیعہ ہوں، چاہے یہود و نصاریٰ ہوں، چاہے مشرکین ہوں، چاہے کفار ہوں، چاہے دہریہ ہوں، چاہے لامذہب والے ہوں، وہ سب اس وقت آپس میں متفق ہیں اور ان کا ہدف اور ٹارگیٹ ایک ہی ہے کہ دینِ حق اور دینِ حق کا کام کرنے والوں کو ختم کر دیا جائے۔

تعجب کی بات ہے کہ تمام دشمن تو متحد ہو جائیں اور ہم اہلِ حق الگ الگ جماعتوں میں تقسیم ہو جائیں کہ دعوت والے الگ، خانقاہ والے الگ اور مدرسہ والے الگ، یہ بڑے دکھ کی بات ہے۔

آج کے اس خطاب کا ایک اہم مقصد

یہ مضمون آپ طلبہ کو بیان کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہمارے مولویوں میں بعض کی طبیعت میں بھی یہ غلو آجاتا ہے، ان کا مزاج بگڑ جاتا ہے، اس غلو سے اپنے آپ کو بچانا ہے، میں جس زمانے میں دورۂ حدیث پڑھتا تھا، ایک مرتبہ ہمارے ایک رفیقِ درس کا نکاح تھا، کسی گاؤں میں اس نکاح میں شرکت کے لیے جانا ہوا تو ایک مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی جو تین سال پہلے دورہ سے تکمیل کر چکے تھے، وہ سال لگا کر آئے تھے، انھوں نے بات بات میں پوچھا کہ: بخاری کہاں چل رہی ہے؟

میں نے کہا: کتاب العلم۔

شیخ الحدیث مولانا اکرام علی صاحبؒ کے یہاں ایمان پر مفصل تقریر ہوتی تھی۔

اس مولوی صاحب نے کہا: شیخ صاحب سے کہو: اب لمبی لمبی تقریریں نہ کریں، تھوڑا جماعت میں بھی نکلیں، چلہ میں جائیں۔

اس طرح کے موقع پر ہمارے بعض علما جو جماعت میں نہیں جاتے وہ جماعت میں جانے والے علما پر اشکال کرتے ہیں کہ پڑھنے کے زمانہ میں محنت سے پڑھا نہیں؛ اس لیے تبلیغ میں سیکھنے کے لیے جانا پڑتا ہے، تبلیغ میں گھومنا پھرنا بند کر، پڑھانے بیٹھ جا۔

دونوں طرح کی بات غلط ہے کہ ایک مولوی صاحب نے بخاری شریف کے درس کی تحقیر کرڈالی اور دوسرے صاحب نے جماعت میں نکلنے کی تحقیر کرڈالی، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

میں نے میرے مشفق یورپ کے امیرِ تبلیغ حافظ پٹیل صاحب مدظلہ العالی کی زبان سے رشک کے انداز میں سنا، دیکھو! مولانا اکرام صاحبؒ حدیث پڑھاتے پڑھاتے دنیا سے چلے گئے، کیسی پیاری زندگی، کیسی پیاری موت!!!

ہمارے بعض مولویوں کے ذہن بھی بگڑ گئے کہ جس کام میں گئے بس اسی کو سب کچھ سمجھنا اور دوسرے کام والوں کی تحقیر، تردید کرنا یہ مزاج نہیں ہونا چاہیے؛ اس لیے آپ حضرات اپنا وہ مزاج بنائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا.

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ.

دین کا ہر کام حق، ہر کام صحیح، ہر کام کی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق نصرت، مدد اور تعاون کرنا؛ لیکن کسی کام کی تحقیر نہ کرنا، کسی کام کی تردید بھی نہ کرنا اور تکفیر بھی نہ کرنا۔

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو اپنی فکر

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے حالات پڑھو، دنگ رہ جاؤ گے، میرے مرشدِ اول حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کی زبان سے کئی مرتبہ سنا کہ: جب حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ میوات کے علاقے سے سفر کر کے آتے تھے تو اگر موقع ہوتا تو رائے پور حضرت اقدس رائے پوریؒ کے پاس خانقاہ میں چلے جاتے تھے۔

اگر رائے پور کی حاضری کا موقع نہ ہوتا تو نظام الدین پر اعتکاف کر لیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ: عوام کے ساتھ میل جول کی وجہ سے تعلق مع اللہ کے سلسلے میں دل پر گرد و غبار آجاتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ تعلق مع اللہ باقی نہیں رہتا جو ہونا چاہیے۔

لہٰذا مخلوق کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے جو گرد و غبار لگ گیا ہے اس کو اڑانے کی خاطر میں اعتکاف کرتا ہوں، یا حضرت رائپوری کی خانقاہ میں جاتا ہوں؛ تاکہ تعلق مع اللہ میں وہ تازگی آجاوے جو ہونی چاہیے۔

دوسروں کی زندگی کی دینی فکروں کے ساتھ اپنی زندگی کی بھی فکر کرنا بہت ضروری ہے، فرائض و واجبات کی ادائیگی، سنتوں کا اہتمام اور معمولات کی پابندی ہونی چاہیے۔

قرآنِ مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد

اور یہ چیز تو نص میں بھی ملتی ہے: ﴿إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ دن میں آپ ﷺ کی بہت مشغولی ہے، اور آپ ﷺ کی مشغولی کوئی دنیوی کاروباری تو تھی نہیں،

بس اللہ کے بندوں کو دن بھر دین کی دعوت دینا ہوتا تھا، تو رات میں کیا کرنا ہے؟

خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝۳ [المزمل]

ترجمہ: رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی رات (عبادت کے لیے) کھڑے ہو جایا کرو ﴿۲﴾ اس کا آدھا حصہ (عبادت کے لیے کھڑے ہو) یا اس میں سے کچھ کم کرلو۔

یعنی دن میں محنت اور رات میں اس کے لیے اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنا، یہ دین کا ہر کام کرنے والوں کے لیے بہت ضروری ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ: یہ دعوت کا کام مولانا الیاس صاحبؒ نے شروع کیا۔

سوال یہ ہے کہ دعوت کا کام صرف مولانا الیاس صاحبؒ نے شروع کیا ہوتا تو چودہ سو سال میں امت کا حال کیا سے کیا ہوتا؟ چودہ سو سال میں امت گمراہ ہو کر ختم ہو جاتی، یہ وہ لوگ کہتے ہیں جن کو تاریخ سے واقفیت نہیں۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کی کتاب ''تاریخِ دعوت و عزیمت'' پڑھو تو قرنِ اول سے لے کر آج تک جنھوں نے دعوت کے میدان میں کام کیا، حضور ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک ان کی تاریخیں آپ کو پڑھنے میں ملیں گی، تاریخِ اسلام پڑھیے اور اولیا کے واقعات پڑھیے۔

بہر حال! یہ کہنا کہ مولانا نے یہ کام شروع کیا، غلط بات ہے؛ ہاں! جس خاص نہج سے یہ کام چل رہا ہے اس خاص نہج کی ابتدا حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ

سے ہوئی؛ ورنہ دعوت کا کام چودہ سو سال میں کبھی بند نہیں ہوا، تواتر کے ساتھ یہ کام امت میں چلتا رہا، اللہ تعالیٰ نے اس دور میں اس خاص نہج سے دعوت کے کام کے لیے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا انتخاب فرمایا۔

دارالعلوم دیوبند کا فیض

۱۸۶۶ء میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی؛ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن عالم و فاضل ہوئے، حضرت شیخ الہند کے شاگردوں میں حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ ہیں، غرض مولانا الیاس صاحبؒ دارالعلوم دیوبند میں پڑھے، عالم بنے، آپ شیخ الہندؒ کا فیض ہیں، ذلك تقدير العزيز العليم.

حضرت شیخ الہندؒ کے دل میں انسانیت کی جو فکر، درد، غم اور کڑھن تھی اس کا ایک بڑا حصہ مولانا الیاس صاحبؒ کو ملا۔

دیوبند اور تبلیغ لازم ملزوم

اب تو حکومت کی طرف سے شہریوں کا جو سروے ہوتا ہے، اس میں مذہب کے ضمن میں مسلک کا بھی سوال ہوتا ہے کہ آپ مسلمان کس مسلک سے ہیں؟ رضاخانی ہیں، بریلوی ہیں، شیعہ ہیں، غیر مقلد ہیں، تو ہمارے لیے حکومت کے لوگ بھی کہتے ہیں: دیوبندی تبلیغی ہیں؛ گویا اب ہم سرکاری اصطلاح میں بھی ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہو گئے ہیں، ایک سکے کے دو جانب ہو گئے ہیں، تبلیغ اور دیوبند دونوں ایک دوسرے سے کبھی الگ نہیں ہو سکتے۔

ایک دیوبندی عالم سے تبلیغ شروع ہوئی، تبلیغ نے دیوبندیت کو عالَم کے کونے کونے میں پہنچادیا، تبلیغ کی برکت سے ہمارے اکابر کا علمی، عملی اور روحانی فیض عالَم میں عام ہوا، اور ہم ان دونوں نسبتوں کو فخر سے بیان کرتے ہیں، ہم دیوبندی تبلیغی ہیں، اور اس نسبت کو ہم دنیا وآخرت میں اپنے لیے سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

تشکیل

میں تو آپ کو دعوت وتبلیغ کی ترغیب دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اس مبارک محنت میں لگو، آپ کے لگنے سے ایک اہم فائدہ اور ہوگا، وہ یہ کہ آپ وسیع دل کے ساتھ کام کروگے تو جو خطرہ، نقصان کا اندیشہ ہے، اس نقصان سے ان شاء اللہ! ہم بچ جائیں گے، اور دوسرے دینی ودنیوی فوائد تو حاصل ہوں گے ہی ان شاء اللہ!۔

آپ علاقو میں جاؤں گے تو اصلاحِ عقائد کی اور قیامِ مکاتب کی بھی فکریں کروگے۔

ایک مفید مشورہ

بہرحال! اس سلسلے میں آپ کو:

حضرت شیخ زکریا صاحبؒ کی ''آپ بیتی'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

''مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ''ملفوظات'' کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ''ملفوظات ومکتوبات'' بھی چھپے ہیں

ان کو پڑھنا چاہیے۔

ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے متعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمن اعظمی کی کتاب آئی ہے ''مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ اور جماعت تبلیغ'' وہ کتاب بھی پڑھنی چاہیے۔ اس کتاب میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب اعظمی نے بہت ہی اہم اور قیمتی باتیں جمع فرمائی ہیں۔

مولانا فضل الرحمن صاحب بڑے اونچے درجے کے عالم، شیخ الحدیث ہیں، صاحبِ نسبت بزرگ ہیں، حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ ہیں اور جامعہ ڈابھیل میں مدرس تھے، اُس وقت بھی دعوت وتبلیغ کے کام میں برابر حصہ لیتے تھے، ہمارے نوساری بلساڑ کے ذمے دار ویسما کے حسن چاچا صالح جی مرحوم تھے، ان کے پاس اس زمانے میں موٹر سائیکل تھی، شام کو مدرسے کے بعد یہ دونوں اطراف کے دیہاتوں میں گشت اور تشکیل کے لیے جایا کرتے تھے، مولانا اعظمی نے نماز میں رکوع، سجدہ اطمینان سے ادا کرنے کے متعلق بہت اچھی چھوٹی سی کتاب لکھی ہے، نظام الدین مرکز پر حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم کے بیان میں میں نے خود سنا، مولانا اس کتاب کو خرید کر پڑھ کر عمل کرنے کی ترغیب دے رہے تھے۔

حضرت قطب الدین ملا صاحب کی ایک کتاب ابھی آئی ہے ''تزکیہ واحسان اور اکابرِ تبلیغ'' وہ بھی پڑھنی چاہیے۔

ان کتابوں کو پڑھیں گے تو آپ کو سمجھ میں آئے گا کہ دعوت کا کام کیا چیز ہے؟

ہمارے حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم ہمیشہ

ایک اصول بتلایا کرتے ہیں: کسی بھی تحریک کو سمجھنے کے لیے پہلے اس کے بانی کی زندگی کا مطالعہ کرنا ضروری ہے، تو وہ تحریک صحیح طور پر سمجھ میں آوے گی؛ اس لیے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی زندگی اور کن حالات میں آپ نے اس خاص طرز پر محنت شروع کی، اس کو کتابوں میں پڑھنا چاہیے۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے پہلے مکاتب قائم فرمائے پھر موجودہ تبلیغ کا کام شروع فرمایا

آج کل لوگ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی زندگی تو پڑھتے نہیں، حضرت کے حالات میں لکھا ہے کہ پہلے آپ نے میوات میں مکاتب شروع کیے، پھر میوات میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔

کچھ وقت پہلے دینی نسبت پر فرانس کا سفر ہوا تو احباب نے بتایا کہ: جب حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا یورپ کا سفر ہوا تو بہت تاکید سے فرمایا: جگہ جگہ مکاتب قائم کرو، آج لوگ بڑی مقدار میں مسلمان ہو رہے ہیں، اور ان کی تعلیم کے لیے منظم نظام میں ابھی کافی کمی ہے۔ تب سمجھ میں آیا کہ حضرت جیؒ نے کیسی دور بیں نگاہوں سے مکاتب کی تاکید فرمائی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس فائدے والے کام سے ہمیں جڑنے کی توفیق عطا فرمائے، غلو، تشدد، اختلاف وانتشار اور افتراق سے اللہ ہماری حفاظت فرمائے، وسعتِ ظرفی کے ساتھ دین کے ہر ایک شعبے اور ہر ایک شعبے کے کام کرنے والوں کے اکرام،

احترام اور ادب کے ساتھ ہمیں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ضرورت ہے کہ چھ نمبر میں سے چوتھے نمبر اکرامِ مسلم پر خوب عمل کیا جائے، عام مسلمان، علما، حفاظ اور دین کا کام کرنے والوں کا خوب اکرام کیا جائے، حدیث شریف میں بھی اس کی تاکید آئی ہے۔

چندہ بھی دینی کام ہے

ہمارے سورت ضلع کے سابق امیرِ تبلیغ مرحوم غلام محمد نالبند صاحب تھے، بڑے معتدل مزاج تھے، میں جس زمانے میں جامعہ میں عربی دوم پڑھتا تھا اس وقت نئے دارالاقامہ میں میرا کمرہ اُس وقت کے جامعہ کے صدر مفتی حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ کے پڑوس میں تھا، مرحوم غلام محمد نالبند صاحب مفتی صاحب کو ملنے آتے، مشورہ کرتے اور دیگر علما سے بھی اچھا ربط رکھتے تھے۔

مرحوم مختلف مدرسوں کے سفیروں کو چندے کے کام میں مدد کرتے، سفیروں کی رہبری، سفارش کرتے، بیوہ اور یتیموں کی بھی خدمت کرتے، کچھ ساتھیوں نے اس چندہ کرانے کی خدمت کو نامناسب سمجھ کر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو شکایت کی۔ حضرت جیؒ نے مرحوم سے پوچھا۔ انھوں نے صحیح صحیح پوری بات چندہ کروانے کی بتادی۔

اس پر حضرت جیؒ نے اخیر میں فرمایا: یہ جو چندہ کروانے کا کام کر رہے ہو، وہ کرتے رہو۔ یہ واقعہ مرحوم کی زبان سے خود میں نے سنا ہے؛ اس لیے مدارس کے سفیر جو چندہ کرنے آتے ہیں ان کو غلط نہ سمجھیں، ان کی مدد کریں، اِس موضوع پر ایک اہم

کتاب ''مدارس کے سفر اسے ہمارا سلوک ایک لمحۂ فکریہ'' حضرت مفتی احمد صاحب مدظلہ العالی کی آئی ہے، اس کو پڑھنا چاہیے۔

ایک مثال

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ ایک مثال دیتے تھے: انسانی زندگی جو اجتماعی طور پر چل رہی ہے اس میں بہت سارے طبقے کے لوگ ہیں: کسان ہیں، تاجر ہیں، مزدور ہیں، علاج ومعالجہ کرنے والے ہیں، ہنر والے ہیں اور ہر طبقے کے لوگوں کی ضرورت ہے، ہر طبقے کی اہمیت ہے، کوئی کسی کو کوئی کام چھڑوا نہیں سکتا اور اسے غیر اہم نہیں سمجھ سکتا؛ ورنہ نظامِ زندگی معطل ہو جائے گا، اسی طرح علما، اہلِ مدارس، اہلِ مکاتب، اہلِ دعوت سب کی ضرورت ہے، سب کی اہمیت ہے۔

دوسری مثال

جیسے انسانی جسم کے مختلف اعضا ہیں، ہر عضو اہم ہے، ہر عضو کا فائدہ ہے، کسی بھی عضو کا تعطل پورے جسم کے لیے مضر ہے، اسی طرح دینی، روحانی نظام میں تمام شعبوں کی اہمیت اور ضرورت ہے، کوئی کسی کو حقیر نہ سمجھے، غیر مفید نہ سمجھے، ہر ایک دینی کام کا احترام ہو، ہر ایک دین کا کام کرنے والوں کا احترام کرو۔

دعوت کے کام سے عام لوگوں میں دین کی طلب بیدار ہوتی ہے، دین کی پیاس کا احساس ہوتا ہے، مدارس اس طلب اور پیاس کو بجھانے کا مقام ہے۔

مکاتب اور دار العلوم کلمہ پڑھنے والوں کو کامل اسلام اور کامل ایمان سکھانے

کی جگہ ہے، دعوت کا کام بڑوں میں، جوانوں میں ہوتا ہے، مکاتب کے ذریعہ بچپن ہی سے ایمان، اسلام اور دین کو مضبوط کیا جاتا ہے؛ یعنی دین کا ہر کام ضروری ہے۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولا مدظلہ العالی کا اہم ملفوظ

اس وقت دعوت وتبلیغ کی عظیم روحانی شخصیت حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولا مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ: دعوت وتبلیغ کا کام وسیلہ ہے، اصل کام سنت اور شریعت پر چلنا ہے، جیسے وضو نماز کا وسیلہ ہے۔

تبلیغ کا کام مکمل دین نہیں ہے، مکمل دین کی طلب پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

قرآنِ مجید کی خدمت حدیث کی روشنی میں

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهُ. (بخاري شريف)

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمادیا: تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو قرآنِ مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

آپ ﷺ کا عمل مبارک یہ تھا کہ عہدوں کو تقسیم کرنا ہو یا کئی میت ایک ساتھ ہوں اس موقع پر قبر میں رکھنا ہو تو ترجیحِ تقدیم قرآن کی نسبت سے فرماتے، کس کو زیادہ قرآن یاد ہے، لہذا جس کو زیادہ قرآن یاد ہوتا اس کو قبر میں قبلے کی طرف پہلے رکھا جاتا۔

جب خود نبیٔ کریم ﷺ کا یہ عمل اور یہ فرمان ہے تو پھر قرآن کی خدمت کرنے والے حفاظ، علما کی توہین، تذلیل اور تحقیر ہرگز نہ کریں، ان کو قرآن کے خدام ہونے کی نسبت سے اچھا اور افضل سمجھیں۔

ماشاء اللہ! دعوت کے کام کی برکت سے آج جگہ جگہ نئے مدارس قائم ہورہے ہیں، دین کے ہر طبقے کو تقویت مل رہی ہے، طلبہ کی تعداد بڑھ رہی ہے، بڑے فوائد حاصل ہورہے ہیں۔

دین کی سمجھ

ہر مسلمان کو ہر وقت یہ سوچنا ہے کہ میری ہر بات، میرا ہر کام، میری ہر حرکت کا آخرت میں حساب لیا جائے گا؛ اس لیے مجھے اس دنیا میں کس طرح رہنا چاہیے، اس کی فکر پیدا کرو، یہی دین کی سمجھ بوجھ ہے، جن کاموں کا کرنا ضروری ہے اور جن کاموں سے بچنا ضروری ہے، اس کو ہر مسلمان اچھی طرح سیکھے اور اس پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بھی پہنچاوے۔

میری ان گذارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم سب دین کے تمام شعبوں کو حق سمجھیں، اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر شعبے کی مدد کریں، دعوت کے کام میں بھی لگیں، تعلیم کا کام بھی کریں، اور اپنی اصلاح کے لیے کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے تعلق بھی قائم کریں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين۔

۞۞۞